ذوالحجۃ الحرام 1444ھ | جولائی 2023ء

ماہنامہ

خواتین

جلد:02 شمارہ:07

ویب
ایڈیشن

اولاد ملنے کا روحانی عمل

بے اولاد مرد 7 نَفْل روزے رکھے اور روزانہ اِفْطار کا وَقت جب قریب ہو تو یَامُصَوِّرُ (21بار) پڑھے اور پانی پر دَم کرکے بیوی کو پلادے (اگر بیوی بھی روزہ دار ہو تو چاہیے تو اُسی پانی سے روزہ کھولے) اللہ ربُّ العزّت کی عنایت سے نیک بیٹے کی وِلادت ہوگی۔ بانجھ (یعنی جسے اولاد نہ ہوتی ہو ایسی) عورت بھی چاہے تو یہ عمل کرے اور دَم کرکے اس پانی سے افطار کرلے۔ (چاہیں تو دونوں الگ الگ اوقات میں بھی یہ عمل کرسکتے ہیں)

(زندہ بیٹی کنوئیں میں پھینک دی، ص23)

نظر اُتارنے کا روحانی علاج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سات بار، ایک مرتبہ آیۃُ الکرسی، تین مرتبہ سُوْرَۃُ الْفَلَق، تین مرتبہ سُوْرَۃُ النَّاس (فلق اور ناس کے قبل ہر بار پوری بسم اللہ پڑھنی ہے) اوّل آخر ایک بار دُرُودِ پاک پڑھ کر تین عدد سُرخ مرچوں پر دَم کیجئے۔ پھر اِن مرچوں کو مریض کے سَر کے گرد 21 بار گھما کر چولہے میں ڈال دیجئے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ الکریم نظر کا اثر دُور ہو جائے گا۔ (بیمار عابد، ص44)

مُوذی اَمراض سے حِفاظت کا روحانی نسخہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ 76 بار کاغذ وغیرہ پر لکھ (یا لکھوا) کر آبِ زم زم شریف سے دھو کر پینے والا اِنْ شَآءَ اللّٰہ الکریم مُوذی اَمراض سے محفوظ رہے گا۔ (بیمار عابد، ص37)

میاں بیوی میں صُلح کا روحانی علاج

یَامَانِعُ، یَامُعْطِیْ 20بار، بیوی ناراض ہو تو شوہر اور اگر شوہر ناراض ہو تو بیوی سونے سے قبل بچھونے پر بیٹھ کر پڑھے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ الکریم صُلح ہو جائے گی۔ (مدت: تاحُصولِ مُراد)

(40روحانی علاج مع طبی علاج، ص10)

CONTENT

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

تاثرات (Feedback) کے لئے اپنے تاثرات، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریری طور پر) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے: mahnamahkhawateen@dawateislami.net پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیۃ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

WhatsApp 0348-6422931

سلسلہ حمد و نعت

مناجات

یا ربِّ محمد مِری تقدیر جگادے

یا ربِّ محمد مِری تقدیر جگا دے
صحرائے مدینہ مجھے آنکھوں سے دِکھا دے

پیچھا مِرا دنیا کی محبّت سے چُھڑا دے
یا رب مجھے دیوانہ مدینے کا بنا دے

دِل عشقِ محمد میں تڑپتا رہے ہر دَم
سینے کو مدینہ مِرے اللہ بنادے

بہتی رہے اکثر شہِ ابرار کے غم میں
روتی ہوئی وہ آنکھ مجھے میرے خدا دے

ایمان پہ دے موت مدینے کی گلی میں
مدفن مِرا محبوب کے قدموں میں بنادے

اللہ ملے حج کی اِسی سال سعادت
بدکار کو پھر روضۂ محبوب دِکھادے

عطّار سے محبوب کی سنّت کی لے خدمت
ڈنکا یہ ترے دین کا دنیا میں بجادے

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش، ص124

نعت

مُشتاقِ زیارت ہوں آقا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا

مُشتاقِ زیارت ہوں آقا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا
طیبہ کا چمن آنکھوں میں بسا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا

نادِم ہوں اپنے مَعاصی پر، لِلّٰہ کرم ہو عاصی پر
دھوڈالئے میرے جُرم و خَطا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا

لاچار غریبوں کے والی، عِصیاں کی گھٹا کالی کالی
دامن میں چھپا اے اَبرِ سَخا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا

مُونھ مانگی مرادیں پائیں جہاں، لاکھوں منگتا شاہانِ جہاں
نادار کو بھی ٹکڑا ہو عطا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا

محشر میں ہوں ہم پر سایہ کُناں، آمین کہو سب خورد و کلاں
بجتا رہے عالَم میں ڈنکا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا

آنکھوں کی ضِیاء اعلیٰ حضرت، ہیں دل کی جِلا اعلیٰ حضرت
ہے سب یہ کرم آقا تیرا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا

ہے حق کی رضا احمد کی رضا، احمد کی رضا مرضیِ رضا
ایّوب اسی در کا ہے گدا، سلطانِ جہاں محبوبِ خدا

از: مولانا سید ایوب علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

شمائمِ بخشش، ص18

63 نیک اعمال

نیک عمل نمبر 6

ہمارا وجود بہت نازک ہے، ہم دنیا کی معمولی سی پریشانیاں اور تکلیفیں سہہ نہیں پاتیں تو ذرا تصور کیجیے کہ جہنم کی آگ میں ڈال دی گئیں تو ہمارا نازک بدن اس ہولناک عذاب کو کیسے برداشت کرے گا! ابھی بھی وقت ہے، خوفِ خدا اپنا کر اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی عادت اپنائیے اور حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرنا شروع کر دیجئے کہ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو محتاجی سے پہلے، فُرصت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔[1] امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ نے بزرگوں کے کردار و طریقہ کار کے مطابق اُمّت کو نیک اعمال کا جو رسالہ عطا فرمایا اس پر عمل کی برکت سے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوتا، نیک اعمال کی طرف رغبت، گناہوں سے نفرت اور پچھلے گناہوں سے توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ اس رسالے کے ہر ہر نیک عمل پر چونکہ تسلسل سے لکھنے کا سلسلہ جاری ہے، لہٰذا اب نیک عمل نمبر 6 کے متعلق جانتی ہیں:

نیک عمل نمبر 6: اِن شاءَ اللہ کے معنی ہیں اللہ نے چاہا تو۔ اور احادیث میں اس کے بولنے کی ترغیب ہے، کیا آپ نے پکے ارادے کے ساتھ ہر جائز بات پر نیت کرتے وقت اِن شاءَ اللہ کے پاکیزہ جملے بولے کہ نہیں؟ اور کسی کی طرف سے طبیعت معلوم کرنے پر شکوہ کے بجائے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَلٰی کُلِّ حَال (یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے)، اور کسی نعمت کو دیکھ کر ماشاءَ اللہ (یعنی جو اللہ کی مرضی) کہا؟

اس نیک عمل کے تین حصے ہیں:

1. ہر اچھی نیت کے ساتھ اِن شاءَ اللہ کہنا۔
2. مصیبتوں اور مسائل کا شکار ہونے پر ناشکری کے بجائے اللہ پاک کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اس کی حمد کرنا۔
3. اللہ پاک کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر ماشاءَ اللہ کہنا۔

ہر اچھی نیت کے ساتھ اِن شاءَ اللہ کہنا

حضرت علامہ مولانا سید مفتی محمد نعیمُ الدین مُراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر نیک کام میں ان شاءَ اللہ کہنا مستحب و باعثِ برکت ہے۔[2] ان شاءَ اللہ کہنے کی برکت اس واقعہ سے سمجھی جاسکتی ہے کہ حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے تانبے (Copper) کو پگھلا کر جو مضبوط دیوار بنائی تھی اسے یاجوج ماجوج روزانہ توڑتے ہیں اور دن بھر جب محنت کر کے توڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ اب چلو باقی کل توڑیں گے۔ دوسرے دن جب وہ لوگ آتے ہیں تو خدا کے حکم سے وہ دیوار پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ جب اس دیوار کے ٹوٹنے کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا کہ ان شاءَ اللہ کل اس دیوار کو توڑ ڈالیں گے۔ چنانچہ ان کے ان شاءَ اللہ کہنے سے یہ ہو گا کہ دوسرے دن دیوار ٹوٹ جائے گی، یہ قیامت کے نزدیک ہونے کا وقت ہو گا۔ دیوار ٹوٹنے کے بعد یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے اور زمین میں ہر طرف فتنہ فساد اور قتل وغارت کریں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی دعا سے ان لوگوں کی گردنوں میں کیڑے پیدا ہو جائیں گے اور سب ہلاک ہو جائیں گے۔[3] ہمیں چاہئے کہ ہر جائز کام کی نیت کرتے ہوئے اِن شاءَ اللہ ضرور کہا کریں۔

اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنا اور ہر حال میں شکر ادا کرنا

اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنا اور اس کا شکر ادا کرتے رہنا بلاشبہ سعادت اور نعمتوں میں اضافے کا ذریعہ ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ پاک کی نعمتوں کا تو شکر ادا کریں اور اگر کبھی کسی مصیبت یا بیماری کا شکار ہو جائیں تو ناشکری کرنے لگ جائیں، یعنی پریشانی و مصیبت کے موقع پر زَبان تو زَبان! منہ بنا کر یا دیگر اعضا کے اشارے سے بھی بے چینی اور بے قراری کا اظہار نہ کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں ہر حال میں صبر و شکر سے کام لینا ہی سکھایا ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص کو دنیا کی دولت سے بہت نوازا گیا، پھر اس کا سب کچھ جاتا رہا تو وہ اللہ پاک کی حمد و ثنا کرنے لگا، یہاں تک کہ اُس کے پاس بچھانے کے لئے صرف ایک چٹائی رہ گئی مگر پھر بھی وہ حمد و ثنا کرتا رہا۔ ایک دوسرے مالدار شخص نے چٹائی والے سے کہا: اب تم کس بات پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہو؟ اُس نے کہا: میں ان نعمتوں پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کی دولت بھی دے دوں تو وہ نعمتیں مجھے نہ ملیں۔ اُس نے پوچھا: وہ کیا؟ جواب دیا: کیا تم اپنی آنکھ، زبان، ہاتھوں اور پاؤں کو نہیں دیکھتے؟ (کہ یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں!)[4]

معلوم ہوا! ہمیں شکوے شکایات کا بازار گرم کرنے کے بجائے ہر حال میں صبر کرنا اور الحمد للہ کے مبارک کلمات کے ساتھ اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ اللہ والوں پر جس طرح خوش حالی کی حالت میں شکر کرنا لازم ہوتا ہے اسی طرح ان پر محرومی اور محتاجی کی حالت میں بھی شکر ادا کرنا لازم ہے۔ شکر ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ زبان پر الحمد للہ کا کلمہ جاری رہے۔ جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: الحمد للہ ہر شکر کرنے والے کا کلمہ ہے۔[5] اور الحمد للہ کو افضل دعا بھی قرار دیا گیا ہے۔[6] نیز اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی روزانہ اُحد پہاڑ کے برابر عمل کی طاقت رکھتا ہے؟ عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! روزانہ اُحد پہاڑ کے برابر عمل کی طاقت کون رکھتا ہے؟ فرمایا: تم سب اس کی طاقت رکھتے ہو؟ عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کیسے؟ ارشاد فرمایا: سُبْحٰنَ اللّٰہ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور اللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا اُحد پہاڑ سے زیادہ عظمت والا ہے۔[7]

یہ بھی یاد رہے کہ ان کلمات کو درست طریقے سے ادا کرنا ضروری ہے ورنہ لحن یعنی تجوید کے خلاف پڑھنا لازم آئے گا اور لحن حرام ہے۔ لحن کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا جیسے اَلْحَمْدُ کو اَلْھَمْدُ پڑھنا۔

اللہ پاک کی نعمتوں پر ماشاء اللہ کہنا

آفات سے بچنے کا وظیفہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی پسندیدہ چیز دیکھ کر مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے تو اسے نظرِ بد نقصان نہیں پہنچائے گی۔[8]

بہر حال نیک اعمال کے رسالے کے اس سوال پر عمل کی بہت برکتیں ہیں۔ اگر ہم اس پر عمل کریں گی تو اس کی برکتیں پائیں گی۔ چنانچہ ایسے ہی مزید نیک اعمال پر عمل کرنے کی نیت سے امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے عطا کردہ 63 نیک اعمال کا رسالہ مکتبۃ المدینہ کی کسی بھی شاخ سے قیمتاً حاصل کر کے جس نیک عمل پر عمل ہو اس پر (✓) اور عمل نہ ہونے کی صورت میں (0) کا نشان لگائیے اور ہر اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کو دعوتِ اسلامی کے تحت بدھ کو خواتین کے اجتماع میں موجود ذمہ دار اسلامی بہن کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجیے۔ ان شاء اللہ اپنی زندگی میں انقلاب آتا دیکھیں گی۔

---

1 مستدرک، 5/435، حدیث: 7916 2 تفسیر خزائن العرفان، ص25 3 عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص167، 166 ملخصاً 4 شعب الایمان، 4/112، حدیث: 4462 5 تفسیر ابن کثیر، 1/42 6 ترمذی، 5/248، حدیث: 3394 7 معجم کبیر، 18/175، حدیث: 398 8 کنز العمال، جز: 6، 3/316، حدیث: 17666

گھر والوں کو نماز کا حکم دو

ام حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضان ام عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اسلام کا سب سے اہم ترین رکن نماز ہے۔[1] بلکہ اسے مومن کی معراج بھی کہا گیا ہے۔ یہ وہ تحفہ ہے جو شبِ معراج آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عطا کیا گیا۔ چنانچہ ہر مسلمان کو یہ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ نماز اس کے رب کا ایک ایسا خاص تحفہ ہے جس کی ادائیگی اس پر لازم ہی نہیں بلکہ اسے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ خود بھی نماز پڑھے اور اپنے گھر والوں کو بھی رب کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کا حکم دے۔ جیسا کہ پارہ 16 سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر 132 میں ارشادِ باری ہے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ترجمہ کنز العرفان: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز پر ڈٹے رہو۔ یعنی اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا اسی طرح آپ بھی اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہیں۔[2] جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم 8 مہینے تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت تشریف لاتے اور فرماتے رہے: اَلصَّلٰوةُ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ، ”اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا“ (پ22، الاحزاب: 33)[3] اسی طرح ایک حدیث میں ہے: جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے گھر والوں کو کوئی حاجت پہنچتی تو آپ یوں ارشاد فرماتے: اے گھر والو! نماز پڑھو، نماز پڑھو۔[4]

نماز اور مسلمانوں کا حال: یاد رہے! اس خطاب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اُمّت بھی داخل ہے اور آپ کے ہر امتی کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز ادا کرنے کا حکم دے اور خود بھی نماز ادا کیا کرے۔ مگر افسوس! نماز کے معاملے میں ہمارا حال یہ ہے کہ اپنی نماز کی فکر ہے نہ گھر والوں کے نماز نہ پڑھنے کی کوئی پروا اور نہ خود نہ ہی گھر والوں کے نماز چھوڑنے پر آخرت کے حساب و عذاب کا کوئی ڈر۔ اللہ کریم ہر مسلمان کو نہ صرف خود نماز

ادا کرنے بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی نمازی بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

آیت کی روشنی میں دعوتِ اسلامی کے مدنی مقصد کی اہمیت: دعوتِ اسلامی کا مدنی مقصد ہے کہ "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے ان شاءَ اللہ" ذکر کی گئی آیت سے دعوتِ اسلامی کے اس مدنی مقصد کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے کہ نہ صرف دوسروں کو دعوت دینی ہے بلکہ خود بھی نیکی کے کام پر ثابت قدم رہنا ہے۔

گھر والوں کو نماز کی دعوت دینے کی ضرورت واہمیت: نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نمازی کو اللہ پاک کا خاص قُرب نصیب ہوتا ہے۔ نماز ہدایت اور نور ہے۔ نماز سے روزی میں برکت اور دل کو سکون نصیب ہوتا ہے۔ افسوس! دین سے دوری کی بنا پر لوگ معاملاتِ زندگی میں اتنے کھو چکے ہیں کہ فرض نماز کی اہمیت کو ہی بُھلا بیٹھے ہیں۔ لہٰذا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ نماز نہ پڑھنے والوں کو نماز کی اہمیت سمجھائی جائے کہ سمجھانا مسلمان کو فائدہ دیتا ہے۔

گھر والوں کو نماز کی دعوت دینے کا طریقہ: گھر والوں کو نماز کی دعوت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں بزرگانِ دین اور صحابیات و صالحات کے ذوقِ نماز کے واقعات سنائے جائیں۔ مثلاً حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ گھر کی مسجد کے محراب میں رات بھر نماز میں مصروف رہتیں یہاں تک کہ سورج ظاہر ہو جاتا۔[5]

سبحان اللہ! خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو کس قدر عبادت کا ذوق تھا کہ پوری پوری رات عبادت میں گزار دیتی تھیں، لہٰذا آپ سے حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم نہ صرف فرائض بلکہ سنتوں اور نوافل ادا کرنے کو بھی اپنا معمول بنائیں۔ نیز اپنے گھر والوں میں بھی نماز کی اہمیت و محبت بڑھانے کے لیے انہیں نماز کے فضائل و برکات بتا کر دعوتِ نماز دیں۔ یاد رکھئے! فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے: نماز ایک بہترین عمل ہے جو اس میں اضافہ کر سکے تو وہ ضرور کرے۔[6]

حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المصطفےٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے خواتین کے لیے نماز کی ترغیب پر مشتمل پورا کلام لکھا ہے جس میں سے چند اشعار یہ ہیں:

دیدارِ حق دکھائے گی اے بیبیو نماز | جنت تمہیں دلائے گی اے بیبیو نماز
دربارِ مصطفےٰ میں تمہیں لے کے جائے گی | خالق سے بخشوائے گی اے بیبیو نماز
عزت کے ساتھ نوری لباس اچھے زیورات | سب کچھ تمہیں پہنائے گی اے بیبیو نماز[7]

گھر والوں کو نماز کی دعوت دینے کی احتیاطیں: گھر والوں کو نماز کی دعوت دینے کے لیے سب سے پہلے خود پانچ وقت کی نماز کی پابند ہونا ضروری ہے۔ بے نمازی کو اس انداز سے دعوتِ نماز دیجئے کہ اس کی اصلاح بھی ہو جائے اور اس کا دل بھی نہ دکھے۔ اس راہ میں کوئی رکاوٹ آئے تو اس کا حل یہی ہے کہ نرمی و عاجزی سے ہی کام لیا جائے، اکڑ اور تکبر ہرگز نہ کیا جائے مثلاً "میں تو پانچوں وقت کی نمازی ہوں، تم تو ایک بھی نہیں پڑھتیں" ایسا وسوسہ آئے تو فوراً جھٹک دیجئے۔

ہے فلاح و کامرانی نرمی و آسانی میں | ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں

گھر والوں کو نماز پڑھانے کا ایک طریقہ انہیں نمازِ فجر کے لئے جگانا بھی ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصے میں اپنے گھر والوں کو یوں جگاتے اور یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرماتے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (پ16، طٰہٰ:132)

ترجمہ کنزالعرفان: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو۔[8]

بچوں کو کس عمر میں اور کس انداز میں نماز کا حکم دینا چاہیے؟

بچوں کی درست تربیت کرنا اور انہیں نمازی بنانا بلاشبہ والدین کی اہم ذمہ داری ہے، لہٰذا چھوٹی عمر سے ہی انہیں نماز کا عادی بنایئے تاکہ جب بڑے ہوں تو نماز پڑھنا ان کی زندگی کا مستقل حصہ بن چکا ہو۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بچے کو نماز کے لیے جگاؤ اگرچہ ایک ہی سجدہ کر لے۔[9] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نماز کے معاملے میں اپنے بچوں پر توجہ دو۔[10] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب بچہ سیدھے و اُلٹے کو پہچاننے لگے تو اس کو نماز سکھائی جائے۔[11] گھر کی خواتین بچوں بچیوں کی موجودگی میں نماز ادا کریں گی تو ان شاءَ اللہ یہ ان کے لئے بہترین عملی ترغیب ہوگی۔ اللہ پاک ہمیں اور ہماری نسلوں کو مرتے دم تک نماز پڑھتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

ہمارے پیر و مرشد، امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کی تلقین و تربیت کی برکت سے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری بچپن میں بھی کبھی نمازِ فجر چھوٹی ہو۔[12] نماز کی پابندی کا یہ زبردست ذہن امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کو اپنی والدہ مرحومہ اُمِّ عطار رحمۃ اللہ علیہا کی تربیت و ترغیب ہی کی بدولت نصیب ہوا۔ اللہ کریم سب ماؤں کو اپنے بچوں کو نیکی کی دعوت دینے اور انہیں نمازی بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1 مسلم، 1 / 37، حدیث: 113 2 تفسیر روح البیان، 5 / 448 3 تاریخ ابن عساکر، 42 / 136 4 الزہد لامام احمد بن حنبل، ص35، حدیث: 49 5 مدارج النبوۃ، 2 / 461 6 مجمع الزوائد، 2 / 515، رقم: 3505 7 جنتی زیور، ص658 8 شعب الایمان، 3 / 127، حدیث: 3086 9 مصنف عبد الرزاق، 4 / 120، رقم: 7328 10 مصنف عبد الرزاق، 4 / 120، رقم: 7329 11 مصنف ابن ابی شیبہ، 3 / 202، رقم: 3504 12 ابتدائی حالات، قسط2، ص40

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

چھینک آنے پر کیا کریں؟

حضرت سالم بن عُبَید رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک شخص نے چھینک آنے پر اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ کہا تو آپ نے اسے جواب میں وَعَلَیْكَ وَعَلٰی اُمِّكَ کہا۔ یہ سن کر اس شخص کو دُکھ ہوا۔ (کہ اسے ایسا جواب کیوں دیا؟)[1] ابو داود کی حدیث میں ہے کہ اس نے عرض کی: کاش! آپ میری ماں کا ذکر نہ کرتے، اچھا نہ بُرا! حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے وہی کہا جو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا تھا۔ کیونکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، جب ایک شخص نے چھینکنے کے بعد اسی طرح کہا تو آپ نے اسے یہی جواب دیا، پھر ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہے اور جواب دینے والا یَرْحَمُكَ اللہ کہے، پھر چھینکنے والا یَغْفِرُ اللہُ لِیْ وَ لَکُمْ کہے۔[2]

شرحِ حدیث

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ) یا تو منہ سے نکل گیا یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کے بجائے اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ عمداً (جان بوجھ کر) کہا، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بھی اللہ کا ذکر ہی ہے یا مسئلہ معلوم نہ تھا۔ (وَعَلَیْكَ وَعَلٰی اُمِّكَ کے تحت لکھتے ہیں:) یہ سلام اظہارِ ناراضی و بیزاری کا ہے۔ اس سلام یعنی ناراضگی میں ماں کو اس لیے داخل فرمایا کہ ماں نے بچے کو دین نہ سکھایا، یہ باتیں مائیں سکھاتی ہیں، اس نے غفلت برتی یا بچے ایسی بدعتیں اکثر ماؤں سے سیکھتے ہیں۔ ہمارے ہاں لوگ چاند دیکھ کر سلام کرتے ہیں اماں سلام، ابا سلام یہ بھی بوڑھی عورتوں کی رسم ہے، چونکہ ان رسومِ بے موقع سلام کی مُوجِد عورتیں ہوتی ہیں خصوصاً مائیں دادیاں اس لیے عَلٰی اُمِّكَ فرمایا۔ اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوا کہ بے موقع سلام کرنے والے کو جواب نہ دیا جائے۔ دیکھو! حضور انور نے وَعَلَیْکُمُ السَّلام نہ فرمایا، نیز چونکہ اس نے چھینک کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہ کہا لہٰذا اسے جواب بھی نہ دیا گیا۔[3] مشہور محدث شاہ عبد الحق محدث دہلوی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: چھینک کے موقع پر مُقرَّر وظائف اور دعائیں ہیں لہٰذا اس مقام پر سلام مناسب نہیں۔ چنانچہ اس جملے (وَعَلَیْكَ وَعَلٰی اُمِّكَ) میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے: (1) یہ سلام کا موقع نہ تھا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی تجھ پر سلام کہنے کے بجائے تیری والدہ پر کہہ دے۔ (2) اسے نصیحت ہو، کہ یہ طریقہ ان لوگوں کا ہے جو اَن پڑھ ہوں اور انہوں نے ماں کی گود میں عورتوں والے معاملات سیکھے مگر مَردوں کے پاس بیٹھ کر تربیت حاصل نہ کی۔ بعض علمانے فرمایا: یہ عبارت اصل میں یوں ہے: عَلَیْكَ الْوَیْلُ وَ عَلٰی اُمِّكَ یعنی تجھ پر افسوس

ہے کہ تو نے ادب وطریقہ نہیں سیکھا اور تیری والدہ پر افسوس ہے کہ اس نے تجھے آداب سکھائے نہ اچھی تربیت کی۔[4]

معلوم ہوا! اولاد کی اچھی تربیت کرنا، اسے دینی و معاشرتی احکام سکھانا اور تہذیب یافتہ بنانا ماں کی ذِمّہ داری ہے۔ لہٰذا ماں کو چاہیے کہ وہ بچوں کو صرف دنیوی تعلیم ہی نہ دلوائے بلکہ انہیں دینی ضروری احکام بھی سکھائے۔ چھوٹی عمر سے ہی ان کو درست انداز میں سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، چھینک آنے پر حمدِ الٰہی کرنا، چھینک کا جواب دینا، کَلِمہ طَیِّبَہ، درودِ پاک، دیگر مختصر اَذکار اور مختلف کاموں سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی مختصر دعائیں وغیرہ بھی لازمی سکھائے۔

چھینکنے پر اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہنا اور اس کا جواب دینا: چھینکنے پر اللہ پاک کی حمد کرنا یعنی اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہنا اگرچہ سنتِ مُؤَکَّدہ ہے۔[5] مگر چھینک کا جواب دینا واجب ہے، جبکہ چھینکنے والی اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہے اور اس کا جواب بھی فوراً دینا اور اس طرح جواب دینا کہ وہ سن لے، واجب ہے۔[6] چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے، دوبارہ چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہا تو دوبارہ جواب واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔[7] چھینک کا جواب دینا مسلمان کا حق ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ایک مومن کے دوسرے مومن پر جو چھ حق بیان ہوئے ہیں، ان میں سے پانچواں حق یہی ہے کہ جب وہ چھینکے تو جواب دے۔[8] حضرت سعید بن جُبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جسے اپنے مسلمان بھائی کے پاس چھینک آئی اور اس نے اسے چھینک کا جواب نہ دیا تو یہ جواب اس یعنی جواب نہ دینے والے پر قرض ہو گا جسے وہ یعنی چھینکنے والا قیامت کے دن اس سے وصول کرے گا۔[9] چھینک کا جواب یعنی یَرْحَمُکَ اللہ چونکہ خیر و برکت کی دعا ہے، لہٰذا چھینکنے والا اس دعا کا حق دار اسی وقت ہوتا ہے جب وہ حمدِ الٰہی بھی کرے، لیکن جب وہ حمدِ الٰہی نہیں کرتا تو اس دعا کا حق دار بھی نہیں بنتا۔ چھینک اللہ پاک کی ایک نعمت ہے، تو جو چھینکنے کے بعد اللہ پاک کی حمد نہیں کرتا وہ اللہ پاک کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا اور نعمت کی ناشکری دعا کا حق دار نہیں بناتی۔[10]

کن حالتوں میں چھینک کا جواب دینا منع ہے؟ بعض حالتوں میں چھینک کا جواب دینا منع ہے۔ جیسا کہ خطبہ کے وقت چھینک آئی تو سننے والا اس کو جواب نہ دے۔[11] (یونہی قضائے حاجت کے وقت) چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے اَلْحَمْدُلِلّٰہ نہ کہے، دل میں کہہ لے۔[12] جو چھینک نماز میں آئے حدیثِ پاک میں اسے شیطان کی طرف سے فرمایا گیا۔[13] لہٰذا نماز میں چھینک آئے تو خاموش رہے اور اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہہ لیا تو بھی حرج نہیں اور اگر اس وقت حمد نہ کی تو فارغ ہو کر کہے۔[14] جس کو نماز کے باہر چھینک آئے تو اسے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن یا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال کہنا چاہئے اور سننے والی کو جواب میں یَرْحَمُکِ اللہ کہنا چاہئے۔ پھر چھینکنے والی یہ کہے: یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ یا یہ کہے: یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ۔[15]

چھینک کے آداب وفوائد: چھینک کے وقت سر جھکا لے اور چہرہ چھپا لے اور آواز کو پست کرے، کیونکہ چھینک کی آواز بلند کرنا بیوقوفی ہے۔[16] چھینک سے دماغ صاف اور ہلکا ہو جاتا ہے، طبیعت کھل جاتی ہے جس سے عبادات پر زیادہ قدرت ہوتی ہے۔[17] بعض لوگ چھینک کو بدفالی خیال کرتے ہیں، حالانکہ چھینک اچھی چیز ہے۔ حدیث میں ہے: بات کے وقت چھینک آنا عادل گواہ ہے۔[18] یعنی جو کچھ بیان کیا جاتا ہو جس کا سچا جھوٹا ہونا معلوم نہیں اور اس وقت کسی کو چھینک آئے تو وہ اس بات کے صِدق (سچا ہونے) پر دلیل ہے۔[19] حدیثِ پاک میں ہے: دعا کے وقت چھینک آنا سچا گواہ ہے۔[20] جو کوئی چھینک پر اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال کہے اور اپنی زبان سارے دانتوں پر پھیر لیا کرے تو ان شاءاللہ دانتوں کی بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔[21] ایک روایت میں ہے: جو چھینکنے والے سے پہلے حمدِ الٰہی کرے وہ کان، دانت اور پیٹ کے درد سے محفوظ رہے گا۔[22] ایک اور حدیثِ مبارک میں ہے: جس کے پاس کسی کو چھینک آئے اور وہ چھینکنے والے سے پہلے اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہہ لے تو اسے گُردے کی تکلیف نہیں ہو گی۔[23]

---

(1) ترمذی، 4/340، حدیث: 2749 (2) ابوداود، 4/399، حدیث: 5031 (3) مراٰۃ المناجیح، 6/398 (4) اشعۃ اللمعات، 4/45 (5) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص7 (6) در مختار و رد المحتار، 9/683، 684 ملخصاً (7) بہار شریعت، 5/476، حصہ: 16 (8) نسائی، ص328، حدیث: 1935 (9) حلیۃ الاولیاء، 4/320، رقم: 5722 (10) رد المحتار، 9/683، 684 (11) فتاویٰ قاضی خان، آخرین، 4/377 (12) بہارِ شریعت، 1/409، حصہ: 2 (13) ترمذی، 4/344، حدیث: 2757 ماخوذاً (14) فتاویٰ ہندیہ، 1/98 (15) فتاویٰ ہندیہ، 5/326 (16) رد المحتار، 9/684 (17) مراٰۃ المناجیح، 6/391 (18) کنز العمال، جز: 9، 5/99، حدیث: 25770 ملخصاً (19) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص319 (20) کنز العمال، جز9، 5/68، حدیث: 25520 (21) مراٰۃ المناجیح، 6/396 (22) مقاصد حسنہ، ص420، حدیث: 1130 (23) معجم اوسط، 5/224، حدیث: 7141

میدانِ محشر

میں لوگوں کی کیفیت (قسط 13)

سلسلہ: ایمانیات

شعبہ ماہنامہ خواتین

میدانِ محشر کی گرمی میں لوگوں کی حالت کیا ہوگی؟ یہ سلسلہ جاری ہے، اس بارے میں مزید جانتی ہیں کہ اس دن لوگ کس کیفیت میں ہوں گے:

قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا: قیامت کے دن کی سختی کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَاۨ ﳓ (پ29، المزمل:17) ترجمہ: پھر اگر تم کفر کرو تو اس دن کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔ یعنی کفارِ مکہ کو آخرت کے ہَولناک عذاب سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے کفر پر قائم رہنے کے باوجود تم سے فرعون کی طرح دنیا میں ہی پکڑ نہ ہوئی تو تم قیامت کے اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو انتہائی ہَولناک ہوگا! نیز وہ اپنی سختی اور خوف سے بچوں کو بوڑھا کردے گا۔[1] ایک قول کے مطابق روزِ قیامت کی سختی سے بچے حقیقتاً بوڑھے ہوجائیں گے اور ان کے بال سفید ہوجائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ قیامت کی تکلیفیں و مصیبتیں، خوف و تاخیر، بلند ہمت نوجوانوں کو بوڑھا بنادیں گے تو ایسا فرمانا بطور مبالغہ اور اس دن کی سختی و ہولناکیوں کے اظہار کیلئے ہے۔[2] ایک قول کے مطابق یہ اس دن کی سختی کو بیان کرنے کے لئے بطورِ محاورہ ہے، کیونکہ قیامت کے روز کوئی بچہ نہ ہوگا، بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس دن کی ہیبت ایسی حالت میں ہوگی کہ اگر وہاں کوئی بچہ ہوا تو ہیبت کی وجہ سے اس کے سر کے بال سفید ہو جائیں گے۔[3] جبکہ تفسیرِ کشاف میں ہے: یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ قیامت کا دن اتنا لمبا ہو جائے کہ بچے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں۔[4] نیز علامہ زمخشری فرماتے ہیں: کسی کتاب میں میری نظروں سے یہ واقعہ گزرا ہے کہ ایک آدمی نے شام کی جبکہ اس کے بال کوے کی طرح سیاہ تھے مگر صبح ہوئی تو اس کے سر اور داڑھی کے بال مکمل سفید ہو چکے تھے۔ اس نے بتایا: مجھے خواب میں قیامت، جنت اور دوزخ دکھائی گئی، میں نے لوگوں کو دیکھا کہ انہیں زنجیروں سے جکڑ کر آگ کی طرف لے جایا جارہا ہے تو اس کی ہولناکی کی وجہ سے میں اس طرح ہو گیا جس طرح تم مجھے دیکھتے ہو۔[5]

قیامت کے دن مختلف لوگوں کی مختلف حالتیں احادیث کی روشنی میں پچھلی قسط میں بیان ہو چکی ہیں، مزید ایسی احادیث پیشِ خدمت ہیں، جن میں اس دن لوگوں کی مختلف حالتوں کو بیان کیا گیا ہے:

کفار و عام لوگوں کی حالت: اس روز لوگوں میں سے کسی کے جسم پر کپڑے کا چیتھڑا تک نہ ہو گا، مومن مرد و عورت کے پردے کے مقامات کو دیکھا جا سکے گا نہ اس دن کی گرمی مومن مرد و عورت کو پہنچے گی اور رہے کافر اور عام لوگ تو یہ گرمی انہیں پکا کر رکھ دے گی یہاں تک کہ ان کے پیٹوں سے اُبلتی ہنڈیا جیسی آواز سنائی دے گی۔[6]

ضرورت سے زائد گھر بنانے والوں کی حالت: جس نے بلا وجہ کفایت سے بڑھ کر گھر بنایا تو بروزِ قیامت اسے پابند کیا جائے گا کہ وہ اسے اپنے کاندھے پر اٹھائے۔[7]

علم بیچنے والوں کی حالت: جس شخص کو اللہ کریم نے علم عطا

فرمایا پھر اس نے وہ علم لوگوں سے چھپایا، اس پر لالچ کیا اور اس کے بدلے قیمت لی تو اس شخص کو بروزِ قیامت آگ کی لگام ڈالی جائے گی اور ایک پکارنے والا پکارے کر کہے گا: یہ وہ شخص ہے جسے اللہ پاک نے علم عطا فرمایا تو اس نے اس علم کو اس کے بندوں سے چھپایا اور اس پر لالچ کرتے ہوئے اسے تھوڑے داموں بیچ دیا۔ وہ اعلان کرنے والا یوں ہی پکارتا رہے گا یہاں تک کہ وہ شخص حساب سے فارغ ہو جائے۔ (8)

لباسِ شہرت پہننے والوں کی حالت: جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا قیامت کے دن اللہ کریم اسے ذلت کا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ بھڑکا دے گا۔ (9)

ریشم کا لباس پہننے والوں کی حالت: جس نے ریشم کا لباس پہنا اللہ پاک قیامت کے دن اسے آگ سے بنا ہوا ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (10)

پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنے والوں کی حالت: جو اس حالت میں مرا کہ منہ پر اور پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنے والا اور لوگوں کے برے نام رکھنے والا تھا تو قیامت کے دن اس کی علامت یہ ہو گی کہ اللہ پاک اس کی دونوں باچھوں سے لے کر اس کی ناک تک داغ لگائے گا۔ (11)

ناحق زمین پر قبضہ کرنے والوں کی حالت: جس نے کسی کی بالشت بھر زمین بھی ناحق لی ہو گی قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ (12)

دو زبانوں والوں کی حالت: جو دو زبانوں والا ہو گا اللہ پاک آگ سے اس کی دو زبانیں بنائے گا۔ (13)

زانیوں کی حالت: قیامت کے دن لوگوں پر ایک سخت بدبو بھیجی جائے گی، جس سے ہر نیک و بُرا تکلیف پائے گا یہاں تک کہ جب یہ بدبو ہر ایک تک پہنچ جائے گی تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا جس کی آواز سب سنیں گے، وہ کہے گا: کیا تم جانتے ہو تمہیں تکلیف پہنچانے والی چیز کیا ہے؟ لوگ کہیں گے: نہیں۔ تو کہا جائے گا: سنو! یہ ان زانیوں کی شرم گاہوں سے نکلنے والی بدبو ہے جنہوں نے اپنے زنا کے (گناہ کے) ساتھ اللہ پاک سے ملاقات کی (یعنی مر گئے) اور اس گناہ سے توبہ نہ کی تھی۔ (14)

پیٹ بھر کر کھانے والوں کی حالت: حضور کے پاس ایک شخص نے ڈکار لی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اپنی ڈکار ہم سے روک لے کیونکہ تم میں سے جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھاتا ہو گا قیامت کے دن وہ اتنا ہی زیادہ بھوکا ہو گا۔ (15) اس حدیث کو امام طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: بے شک دنیا میں سیر ہونے والے آخرت میں بھوکے ہوں گے۔ (16) ایک اور روایت میں ہے: دنیا میں کھانے اور مزے کرنے والی بہت سی جانیں قیامت میں بھوکی ننگی ہوں گی۔ (17)

جھوٹا خواب بیان کرنے والے، لوگوں کی ٹوہ میں رہنے اور تصویر بنانے والے کی حالت: جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہیں تھا تو بروز قیامت اسے جَو کے دو دانوں میں گرہ لگانے کا پابند کیا جائے گا اور وہ ہرگز ان کے درمیان گرہ نہ لگا پائے گا اور جس نے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے حالانکہ وہ اس کا سننا ناپسند کرتے تھے یا اس شخص سے دور بھاگتے تھے تو بروز قیامت اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جائے گا اور جو شخص دنیا میں (جاندار کی) کوئی تصویر بنائے گا تو قیامت کے دن اسے پابند کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونک اور وہ روح نہ پھونک سکے گا۔ (18)

---

(1) تفسیر روح البیان، 10 / 216 (2) تفسیر حسنات، 7 / 1029 (3) تفسیر قرطبی، جزء: 19، 10 / 39 (4) تفسیر کشاف، 4 / 642 (5) تفسیر کشاف، 4 / 642 (6) مصنف عبد الرزاق، 10 / 338، حدیث: 21014 (7) معجم کبیر، 10 / 151، حدیث: 10287 (8) معجم اوسط، 5 / 237، حدیث: 7187 (9) ابن ماجہ، 4 / 163، حدیث: 3607 (10) مسند احمد، 10 / 399، حدیث: 27493 (11) معجم کبیر، 13 / 47، حدیث: 160 (12) بخاری، 2 / 129، حدیث: 2453 (13) معجم اوسط، 6 / 313، حدیث: 8885 (14) اعتلال القلوب، 1 / 87، حدیث: 162 (15) ترمذی، 4 / 217، حدیث: 2486 (16) معجم کبیر، 11 / 213، حدیث: 11693 (17) مسند شہاب، 2 / 308، حدیث: 1423 (18) بخاری، 4 / 422، حدیث: 7042

حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات

الحمد للہ! اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سیرت ذکر کرنے کا سلسلہ جاری ہے، پچھلے ماہ تک 15 قسطوں میں ولادتِ مصطفےٰ کے ذکر کے تحت آپ کے والدین کریمین کی سیرت کا تذکرہ جاری رہا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ حضور کی والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد کے حالات ذکر کئے جاتے، مگر کچھ باتیں ابھی بھی ایسی ہیں جن کا جاننا انتہائی مفید ہے۔ مثلاً حضور نے اپنی والدہ ماجدہ کے علاوہ کن خواتین کا دودھ پی کر انہیں اپنی برکتوں سے نوازا اور اس دودھ پینے کی عمر میں جو جو واقعات پیش آئے ان کا تذکرہ بھی ابھی باقی ہے۔ لہٰذا آئندہ قسطوں میں یہی سب کچھ ذکر کیا جائے گا۔ اس حوالے سے مزید کچھ ذکر کرنے سے پہلے امام مجاہد سے منقول یہ روایت جاننا فائدے سے خالی نہ ہو گا کہ جس میں وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی: کیا پرندوں اور بادلوں نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو دودھ پلانے کے حوالے سے جھگڑا کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! پرندوں اور بادلوں نے ہی نہیں بلکہ جن و انس وغیرہ ہر مخلوق یہ چاہتی تھی کہ وہ دودھ پلانے کی عمر میں حضور کی خدمت کا شرف حاصل کرے۔ چنانچہ اس کا واقعہ یوں ہے کہ جب ایک اعلان کرنے والے نے تمام زمین و آسمان میں ہر جگہ یہ اعلان کیا: اے مخلوقاتِ خدا! یہ محمد بن عبد اللہ ہیں، اس کیلئے خوش خبری ہے جو ان کو دودھ پلائے، اس ہاتھ کیلئے خوش خبری ہے جو ان کی پرورش کرے، اس گھر کیلئے خوش خبری ہے جس میں یہ رہیں۔ تو پرندے بولے: ہم یہ شرف پانے کے زیادہ حق دار ہیں، جبکہ بادلوں نے عرض کی: یااللہ! ہم زمین و آسمان میں مُسَخَّر ہیں، ہمیں تو نے طاقت دی ہے، ہم ہر جگہ کے متعلق جانتے ہیں، ان کی اچھی پرورش کریں گے، ان کو اچھی جگہوں کی سیر کروائیں گے، ان کو اچھی غذائیں کھلائیں گے، اچھے پھل کھلائیں گے، مکمل دو سال اچھا صاف ستھرا پاکیزہ ٹھنڈا پانی پلائیں گے۔ لیکن ان سب کو جواب دیا گیا: رک جاؤ! ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ پاک نے یہ معاملہ انسانوں کے حوالے کر دیا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی پرورش کے لئے اللہ پاک نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب فرمایا۔[1]

بلاشبہ یہ روایت ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی عظمت کی گواہی دے رہی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف کس خاتون کو حاصل ہونے والا تھا یہ فیصلہ اللہ پاک نے پہلے ہی فرما دیا تھا اور خود سوچئے کہ جب حضور کو دودھ پلانے والی خواتین کا انتخاب خود اللہ پاک نے فرمایا تو یہ انتخاب کتنا لاجواب ہو گا۔ چنانچہ اس کا ثبوت ایک حدیث سے

بھی ملتا ہے جس میں حضور صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں عربی بولنے کے لحاظ سے تم لوگوں میں زیادہ فصیح و بلیغ ہوں کیونکہ میں قرشی ہوں اور میں نے بنی سعد میں دودھ پیا ہے۔[1] اسی طرح حضرت ابو بکر نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا: کیسے نہیں ہوں گا، میں قبیلے کے لحاظ سے قریشی ہوں اور میں نے بنی سعد میں دودھ پیا ہے۔[2]

بنی سعد میں دودھ پینے سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بنی سعد قبیلے کی خاتون بی بی حلیمہ کو دودھ پلانے کا شرف عطا فرمایا تھا، یہی وجہ ہے کہ سیدہ حلیمہ کو ان کے قبیلے کی نسبت کی وجہ سے حلیمہ سعدیہ کہا جاتا ہے نہ کہ یہ لفظ ان کے نام کا حصہ ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ کیوں نوش نہ فرمایا؟ تو اس حوالے سے جان لیجئے کہ اس زمانے میں شرفائے عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کیلئے شہر سے باہر دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے، تاکہ دیہات کی صاف ستھری آب و ہوا میں بچے تندرست رہیں اور ان کی جسمانی صحت بھی اچھی رہے، نیز وہ خالص اور فصیح عربی زبان بھی سیکھ جائیں۔ چنانچہ قریش اپنے بچوں کو دودھ کے زمانے میں دیہاتی عورتوں کے حوالے کیا کرتے تھے کیونکہ عرب کی دیہاتی آبادی بہت زیادہ فصیح و بلیغ عربی بولتی تھی اور ان کا کلام نہایت عمدہ ہوتا تھا، اسی وجہ سے عبد الملک ابن مروان کے متعلق روایت ہے کہ وہ اپنے بیٹے ولید سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، لہٰذا اس نے اس کو دیہات میں دودھ پینے کے لئے نہ بھیجا بلکہ اس کی ماں کے پاس شہر ہی میں اپنے پاس ہی رکھا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اتنی فصیح عربی نہیں بولتا تھا جتنی اس کا بھائی سلیمان بولتا تھا کیونکہ اس نے دیہات میں دایہ کے پاس دودھ پیا تھا۔[3]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ولادت کے بعد سب سے پہلے اگرچہ تین دن یا ایک قول کے مطابق سات دن تک اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا، پھر سیدہ حلیمہ کی مکہ میں آمد سے پہلے کچھ عرصہ تک ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیتے رہے۔[4] اس کے بعد حضور کو مستقل طور پر دودھ پلانے کا شرف اگرچہ سیدہ حلیمہ کو حاصل رہا مگر اس دوران یہ سعادت شرح زُرقانی[5] اور سُبُلُ الْہُدٰی وَالرَّشَاد[6] کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ثویبہ اور بی بی حلیمہ سعدیہ کے علاوہ دیگر سات خواتین نے بھی اپنا دودھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی یعنی اللہ پاک نے اپنے محبوب کی خدمت کے لئے کل دس خواتین کا انتخاب فرمایا، سیدہ آمنہ کے علاوہ باقی خواتین کے نام یہ ہیں: ❶ثُوَیْبہ ❷حلیمہ سعدیہ ❸بنو سعد کی ہی ایک اور عورت ❹خُولہ بنتِ مُنْذِر ❺اُمِّ ایمن ❻، ❼، ❽بنو سُلَیم کی تین عورتیں ❾اُمِّ فَرْوَہ۔

البتہ! یہاں یہ جاننا فائدے سے خالی نہیں کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جس بھی خاتون نے حضور کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا اللہ پاک نے اسے دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی والا بنا دیا اور اسے حضور کی اس خدمت کا خوب خوب بدل عطا فرمایا۔ مثلاً ایمان سے بڑھ کر چونکہ کسی کے لئے کوئی دولت نہیں ہو سکتی تھی، لہٰذا اللہ پاک نے ان سب کو حضور کے اعلانِ نبوت فرمانے تک نہ صرف لمبی زندگی عطا فرمائی بلکہ انہیں ایمان لانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ جیسا کہ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ شریف میں امام ابو بکر ابن العربی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی بیبیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں۔[7] اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ یہ سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلانِ نبوت تک زندہ و سلامت بھی ہوں۔

پھر ایمان کے علاوہ بھی کرم نوازیوں اور عطاؤں کا دیکھا و ان دیکھا سلسلہ جاری رہا، مثلاً اس زمانے میں انسانوں کی بطورِ غلام اور لونڈی خرید و فروخت ہوتی تھی، لہٰذا کسی بھی غلام اور لونڈی کے لئے سب سے بڑی نعمت اس غلامی کی زندگی سے نجات سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ثُوَیْبہ رضی اللہ عنہا ابو لہب کی لونڈی تھیں اور انہیں حضور کی رضاعی ماں بننا تھا، لہٰذا اللہ پاک نے انہیں یہ سعادت پانے سے پہلے ہی آزادی کی نعمت عطا فرما دی۔ (بقیہ اگلی قسط میں پڑھیے)

(بقیہ اگلی قسط میں پڑھیے)

---

❶ شرف المصطفیٰ، 1/363، حدیث: 109 ❷ سیرت حلبیہ، 1/131 ❸ سیرت حلبیہ، 1/131 ❹ تاریخ خمیس، 1/222 ❺ شرح زرقانی علی المواہب، 1/258 ❻ سبل الہدیٰ والرشاد، 1/375 ❼ فتاویٰ رضویہ، 30/295

حضرت یوسف علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط 13)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر کے دروازے پر پہنچے تو پہرے دار ان کی شخصیت دیکھ کر چند لمحوں تک حیران رہا، پھر اس نے پوچھا: تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بولے: تو ہم سے کیوں پوچھتا ہے؟ پہرے دار نے عرض کی: مجھے یہی حکم ہے کہ جو یہاں آئے میں اس کا نام و کنیت، ارادہ و مکان اور مال و اسباب وغیرہ معلوم کروں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بتایا: ہم ملکِ شام کے علاقے کنعان میں بیتُ الاحزان کے قریب رہتے ہیں اور ہم نبیوں کی اولاد ہیں۔ ہم حضرت یعقوب کے بیٹے اور حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے پوتے ہیں۔ پہرے دار بولا: آپ کا نسب بہت اچھا ہے، اندازِ بیان بھی خوب ہے اور چہرے بھی خوبصورت ہیں۔ بہر حال اپنے آنے کا مقصد بھی بتا دیجئے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم عزیز سے ملنے آئے ہیں، اس پر پہرے دار نے جب یہ پوچھا کہ آپ کے پاس مال و اسباب کیا ہے؟ تو انہوں نے سر جھکالیا اور بولے: اس کے متعلق کچھ نہ پوچھ۔ یہ سب باتیں پوچھنے کے بعد پہرے دار نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا: اے عزیز! میرے پاس ملک شام کے علاقے کنعان سے چند لوگ آئے ہیں، جو مضبوط بدن اور خوبصورت چہرے والے ہیں، ان کی باتیں بھی خوب ہیں اور نسب بھی عمدہ ہیں اور یہ نبیوں کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ آپ کے پاس حاضر ہونا چاہتے ہیں اور ان کے نام یہ یہ ہیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے پہرے دار کا پیغام پڑھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے۔ وہاں موجود سب لوگ یہ کیفیت دیکھ کر حیران تھے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے سب کو جانے کا حکم دیا اور پھر دوبارہ پیغام پڑھ کر رونے لگے۔ پھر پیغام لانے والے سے پوچھا کہ یہ لوگ کب سے آئے ہوئے ہیں؟ اس نے عرض کی: پانچ دن سے۔ آپ نے ان کے لباس کی کیفیت پوچھی تو اس نے بتایا کہ ان کا لباس پُرانا ہے اور اچھی حالت میں بھی نہیں۔ تو یہ سن کر آپ علیہ السلام پھر رونے لگے۔ ایک وزیر نے ہمت کی اور آپ سے اس رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میرے وہ بھائی میرے پاس آئے ہیں جنہوں نے مجھے کنوئیں میں ڈالا تھا اور بیچا تھا۔ وزیر نے عرض کی: پھر آپ کیوں روتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں ان کے اور اپنے حال پر دو وجہ سے روتا ہوں: ❶ مجھے ان سے شرم آتی ہے کہ وہ میری وجہ سے خدا کے گناہ گار ہوئے اور ❷ ان کی محتاجی اور بھوک سے۔

وزیر کو حضرت یوسف کے کرم اور مہربانی و بردباری پر حیرانگی ہوئی اور حضرت یوسف سے عرض کی: اب آپ ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: جو سلوک ایک قریبی رشتے دار کے ساتھ اور بادشاہ مسافر کے ساتھ اور دوست دوست کے ساتھ کرتا ہے، میں ان کے ساتھ وہی سلوک کروں گا اور پہرے دار کو لکھ بھیجا کہ تین دن تک اُن کی مہمانی کرے اور انہیں خوب گوشت، پھل اور مٹھائیاں کھلائے۔[1]

پہرے دار نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم پر عمل کیا اور

ان کی خوب آؤ بھگت کی، پھر ان کے ساتھ ساتھ شہر تک آیا، جب وہ لوگ شہر میں داخل ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السّلام کو بھی خبر دیدی، مگر کسی نے یہ نہ بتایا کہ اب وہ کہاں ہیں۔ بہر حال وہ سب عام مسافروں کی طرح آخر کار حضرت یوسف علیہ السّلام کے شاہی محل کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے، لیکن انہیں سمجھ نہ آئی تھی کہ کہاں ٹھہریں؟ ادھر حضرت یوسف علیہ السّلام نے بھی انہیں دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ سب میرے بھائی ہیں مگر یہ فرق نہ کر سکے کہ ان میں سے یہودا کون ہے اور شمعون وغیرہ کون! چنانچہ اسی وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السّلام نے آکر انہیں سب کی پہچان کروا دی۔ پھر حضرت یوسف نے باورچی خانے کے نگران کو بلا کر حکم دیا کہ ان سب کو مہمان خانے میں ٹھہرانے کے بجائے میرے گھر میں ہی ٹھہراؤ اور وہی کھانا دینا جو مجھے دیتے ہو اور ان کی عزت کا بھی خوب خیال رکھنا۔ نگران نے حیرانی سے عرض کی: آقا! یہ کون ہیں؟ آپ کے پاس ہزاروں لوگ آتے ہیں، ان کے پاس مال و اسباب بھی ہوتا ہے مگر آپ نے کبھی کسی کو اپنے گھر میں جگہ نہیں دی۔ اس پر آپ علیہ السّلام نے اسے ڈانٹ دیا کہ جو حکم دیا ہے فوراً اس پر عمل کرو۔ چنانچہ وہ خادم بھاگ کر ان سب کو اندر لے آیا اور دستر خوان سجا کر ان کے سامنے مختلف قسم کے کھانے لگا دیئے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام دور بیٹھے سب کچھ دیکھ رہے تھے اور خادموں کو قِبْطِی یعنی مصر کی پُرانی زبان میں اپنے بھائیوں کی مہمان نوازی کرنے کے لئے ہدایات بھی دے رہے تھے، مگر ان کے بھائی چونکہ قِبْطِی زبان نہ جانتے تھے، اس لئے انہیں معلوم نہ ہوا کہ عزیزِ مصر کیا کچھ فرما رہے ہیں! دوسری طرف تمام بھائی اس بات پر بے حد حیران تھے کہ قحط سالی کے اس دور میں کہ جب ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر گندم کی قیمت 12 سو دینار ہو چکی ہے، پھر بھی مسافر خانے میں ہر ایک مہمان کو کس قسم کا کھانا پیش کیا جا رہا ہے، نیز ان کی بھی خوب مہمان نوازی ہو رہی ہے! لہٰذا وہ بڑی پریشانی میں تھے کہ کہیں بادشاہ کو یہ گمان تو نہیں کہ ہمارے پاس بہت زیادہ مال و اسباب ہے! شمعون بولا: شاید بادشاہ نے ہمارے باپ دادا کا ذکر سن رکھا ہو گا، لہٰذا ان کی وجہ سے ہماری یہ تعظیم کی جا رہی ہے! ایک بھائی بولا: ہو سکتا ہے بادشاہ نے ہماری صورت دیکھ کر یہ جانا ہو کہ ہم شریف اور کریم لوگوں میں سے ہیں! ایک بھائی بولا: ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کو ہماری عاجزی و محتاجی پر رحم آگیا ہو! وہ اسی قسم کی باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام ان کی یہ باتیں سن کر رونے لگے، پھر اپنے بیٹے میشالوم، بعض کے نزدیک شلوم اور بعض کے نزدیک افرائیم سے فرمایا: شاہی لباس پہن کر ان لوگوں کو اسی جام سے پانی پلا، جس سے میں پیتا ہوں۔ بیٹے نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو آپ نے اسے بتایا کہ یہ سب تمہارے چچا ہیں۔ چنانچہ بیٹے نے عرض کی: ابا جان! کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو بیچا اور آپ پر ظلم کیا تھا؟ تو آپ نے اپنے بھائیوں کے عمل کی اچھی تعبیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہاں یہ وہی لوگ ہیں، انہوں نے وہ کام کیا تو ہی میں آج مصر کا بادشاہ ہوں۔ یعنی اگر وہ ایسا نہ کرتے تو آج میں مصر کا بادشاہ نہ ہوتا۔ چنانچہ بیٹے نے پھر عرض کی: چلیں! یہ سب تو ٹھیک ہے، مگر یہ تو بتایئے کہ ان سب لوگوں نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا پھر بُرا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: بظاہر تو بُرا سلوک تھا، مگر میرے حق میں یہ اچھا ہی ثابت ہوا۔ اب تُو جا اور ان سے کوئی بات چیت کرنا نہ انہیں اس وقت تک اس حقیقت سے آگاہ کرنا کہ ہم کون ہیں، جب تک کہ اللہ پاک ہمیں اس راز کو کھولنے کا حکم ارشاد نہیں فرماتا۔ بیٹے نے عرض کی: اگر وہ مجھ سے کوئی بات پوچھیں تو کیا کروں؟ ارشاد فرمایا: یہی ظاہر کرنا کہ تم قِبْطِی ہو اور ان کی بات تمہیں سمجھ نہیں آئی۔[2]

(جاری ہے)

---

(1) بحر المحبہ، ص 127 تا 129 ملتقطاً (2) بحر المحبہ، ص 131-132

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

(77)

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **شکم:** پیٹ۔ **مِلک:** قبضہ۔ **قناعت:** تھوڑی چیز میں بھی اللہ کی رضا پر راضی رہنا۔

مفہومِ شعر: حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے قبضہ و اختیار میں دونوں جہاں ہیں، اس کے باوجود آپ جو کی موٹی روٹی کھا کر گزارہ کرلیتے، آپ کی اس قناعت پہ لاکھوں سلام۔

شرح: کُل جہاں مِلک: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اللہ پاک نے کُل جہاں کی بادشاہت عطا فرمائی اور آسمانوں میں جبرئیل اور میکائیل۔ جبکہ زمین میں حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق آپ کے وزیر ہیں۔[1] اللہ کی عنایت سے زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ سارا عالم ہی حضور کی جاگیر ہے، چاند سورج، جنت و دوزخ ہر ایک آپ کے زیرِ تصرف ہے، چنانچہ سورج گہن کی نماز پڑھاتے ہوئے آپ پر دوزخ پیش کی جاتی ہے تو اس کے شعلوں سے بچتے ہوئے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور جنت کو سامنے پا کر اس کے پھل توڑنے کے لیے اپنا مبارک ہاتھ آگے بڑھا دیتے ہیں۔[2] اور زمین پر آپ کی حکمرانی ایسی کہ خود فرماتے ہیں: اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔[3] اور ایک موقع پر اپنی بے مثال سلطنت کی وُسعت و عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: مجھے زمینی خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی گئیں۔[4]

شکم کی قناعت: سبحان اللہ! اس قدر شان و شوکت اور وسیع بادشاہت کا مالک ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ساری زندگی صبر و قناعت سے کام لیا۔ آپ کی مبارک زندگی میں کہیں بھی آرام، عیش اور راحت کا سامان نظر آتا ہے نہ کبھی ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش دکھائی دیتی ہے۔ بڑے بڑے خزانے ملتے تو وہ سب بھی تقسیم فرما دیتے اور خود اختیاری بھوک کو پسند فرماتے بلکہ کئی کئی راتیں مسلسل اسی حالت میں گزر جاتیں۔[5] یہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے گھر والوں نے بھی کبھی تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔[6] اور پورا پورا مہینا گزر جاتا تھا، مکانِ عالی شان میں (چولھے میں) آگ نہ جلتی تھی، چند کھجوروں اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔[7]

کھانا تو دیکھو جَو کی روٹی	بے چھنا آٹا روٹی بھی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا	صلی اللہ علیہ وسلم
کون و مکاں کے آقا ہو کر	دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں شاہِ دو عالم	صلی اللہ علیہ وسلم

(78)

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **عزم:** پکا ارادہ۔ **حمایت:** ہمدردی۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے گویا کہ شفاعت کے پکے ارادے پر اپنی مبارک کمر باندھ لی ہے، گنہگاروں کی شفاعت کے بدلے اس مبارک کمر پہ لاکھوں سلام۔

شرح: عزمِ شفاعت: حضور اپنے غلاموں پر نہایت مہربان اور ان کی نجات چاہنے والے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے دنیا میں تشریف لانے[8] اور یہاں سے رخصت فرمانے کے وقت

بھی اُمّت کی بخشش و نجات طلب کی[9] اور اس مہربانی کا اظہار صرف دنیا میں نہیں بلکہ قیامت کے دن بھی فرمائیں گے کہ کبھی پُل صراط کے کنارے موجود رہ کر گزرنے والوں کے لیے رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ کی صدائیں لگائیں گے[10] تو کبھی میدانِ محشر میں سجدہ کر کے اپنی گنہگار اُمّت کی شفاعت فرمائیں گے۔[11] یقیناً حضور کی شفاعت قیامت کے دن حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہو گا۔[12]

جنہیں مَرقد میں تا حشر اُمّتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کر لو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

(79)

انبیا تہ کریں زانو ان کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **تہ کرنا:** فائدہ حاصل کرنا۔ **حضور:** بارگاہ۔ **وجاہت:** مقام و مرتبہ۔

مفہومِ شعر: حضور کے مبارک زانوؤں پر لاکھوں سلام کہ جن کے سامنے انبیائے کرام بھی ادب سے دوزانو بیٹھتے ہیں۔

شرح: انبیا تہ کریں زانو ان کے حضور: پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا درجہ وہ درجہ ہے کہ جہاں انبیائے کرام بھی باادب دوزانو بیٹھتے اور حضور سے فیض پاتے ہیں۔ چونکہ حضور تمام انبیا علیہم السلام کے تاج دار ہیں، لہٰذا جس طرح تمام مخلوق آپ سے فیض پا رہی ہے اسی طرح انبیا و رسل علیہم السلام بھی آپ سے فیض پا رہے ہیں، کیونکہ اللہ پاک نے آپ کو اولین و آخرین کے علوم کا جامع بنایا ہے۔[13] چنانچہ شیخ مُحیُ الدّین ابنِ عَرَبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مخلوقِ خدا کو دنیا و آخرت میں علم سے جو حصہ ملا ہے وہ حضور کا ہی فیض ہے، چاہے وہ اس دنیا میں تشریف لانے والے پچھلے انبیا و علما یا آئندہ آنے والے علما ہوں۔[14]

زانوؤں کی وجاہت: حضور کے دیگر اعضائے مبارکہ کی طرح آپ کے پہلو مبارک بھی بہت عمدہ تھے، انہی میں دب کر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا سست اور سرکش گھوڑا اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ پھر اس کے پاؤں کی گرد کو بھی کوئی گھوڑا نہ پہنچ سکا۔[15]

(80)

ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ کَرَم
شمعِ راہِ اِصابت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **ساق:** پنڈلی۔ **اصل:** جڑ۔ **شاخِ نخلِ کرم:** نخل کھجور کا درخت ہوتا ہے، مگر مراد اللہ پاک کے کرم کے درخت کی شاخ ہے۔ **شمع:** چراغ۔ **راہِ اصابت:** منزلِ مقصود تک پہنچانے والا راستہ۔

مفہومِ شعر: حضور کی مبارک پنڈلیاں گویا رحمت کے درخت کی شاخیں ہیں، منزلِ مقصود کے راستے کی اِس شمع پر لاکھوں سلام۔

شرح: ساقِ اصلِ قدم: حضور کی مبارک پنڈلیاں موٹی نہ تھیں بلکہ پتلی[16] اور چمک دار تھیں۔ چنانچہ جب حضرت ابوجُحَیفَہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی پنڈلیوں کی زیارت کی تو پھر زندگی بھر ان کی چمک دمک اور خوبصورتی کو نہ بھول پائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ان کی خوبصورتی آج بھی میرے دماغ میں راسخ ہے گویا کہ میں آج بھی ان کی چمک دیکھ رہا ہوں۔[17]

شاخِ نخلِ کرم: حضور کی پنڈلیوں کو سفیدی اور چمک میں کھجور کی شاخ سے تشبیہ دی گئی، جو اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہجرت کی رات جب حضور کا پیچھا کرتے ہوئے میں آپ کے قریب پہنچا تو آپ کی پنڈلیوں کی زیارت کی، یوں لگ رہا تھا جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پردے سے باہر نکل آیا ہے۔[18]

---

1 مستدرک، 2/653، حدیث: 3101 2 مسلم، ص351، حدیث: 904 3 شرح السنہ، 7/40، حدیث: 3577 4 بخاری، 1/452، حدیث: 1344 5 ترمذی، 4/160، حدیث: 2367 6 بخاری، 3/520، حدیث: 5374 7 بخاری، 4/236، حدیث: 6458 8 فتاویٰ رضویہ، 30/717 9 مدارج النبوۃ، 2/442 10 مسلم، ص106، حدیث: 195 11 بخاری، 4/577، حدیث: 7510 12 جامع صغیر، ص301، حدیث: 4896 13 امتاع الاسماع، 3/260 14 حجۃ اللہ علی العلمین، ص38 15 بخاری، 4/108، حدیث: 6033 16 مراۃ المناجیح، 8/16 17 بخاری، 2/49، حدیث: 3566 مفہوماً 18 سبل الھدیٰ والرشاد، 2/78

سلسلہ: فیضانِ امیرِ اہلِ سنت

مدنی مذاکرہ

قربانی کس پر واجب ہے؟

سُوال: گھر میں دو کمانے والے ہیں جو تقریباً 20ہزار تک کماتے ہیں کیا ان پر قربانی واجب ہوگی؟

جواب: 20، 30 ہزار کمانے کا مسئلہ نہیں ہے، اِس طرح تو لوگ ایک لاکھ بھی کماتے ہوں گے اور پوری کی پوری رقم خرچ ہو جاتی ہوگی۔ کوئی 10 ہزار میں گزارہ کرلیتا ہوگا اور کسی کا دس لاکھ میں بھی گزارہ مشکل سے ہوتا ہوگا، کسی کے پاس آج کا کھانا ہوگا تو کل کا نہیں ہوگا، کل کا ہوگا تو پرسوں کا نہیں ہوگا، لہٰذا کتنا کماتا ہے یہ بنیاد نہیں ہے بلکہ بنیاد یہ ہے کہ 10 ذُوالحجۃ الحرام کی صبحِ صادق (سے لے کر 12 ذُوالحجۃ الحرام کے غروبِ آفتاب تک) کے وقت میں جو غنی ہو یعنی ضروریات کے علاوہ اس کے پاس نصاب کے برابر رقم وغیرہ موجود ہو اور قرض میں گھرا ہوا بھی نہ ہو تو قربانی واجب ہوگی۔[1]

دوسرے کی طرف سے قربانی کا حکم

سُوال: اگر میں اپنے والدین یا بھائیوں کے کہنے پر ان کی طرف سے بھی قربانی کروں تو کیا اس طرح قربانی ہو جائے گی؟

جواب: اگر والدین یا بھائیوں کی اِجازت سے ان کی طرف سے قربانی کریں گے تو ان کا واجِب ادا ہو جائے گا۔ ماں باپ یا کسی بھائی کی طرف سے بلکہ بیوی بچوں کی طرف سے بھی آپ پر قربانی کرنا واجِب نہیں ہے۔ ہاں! اگر آپ خود غنی ہیں اور قربانی کی شرائط پائی گئیں تو آپ پر اپنی طرف سے قربانی کرنا واجِب ہے۔ اگر ماں باپ پر قربانی واجِب ہے تو وہ اپنی طرف سے خود قربانیاں کریں، اگر ان کی طرف سے اَولاد کر دیتی ہے تو یہ تبرُّع اور اِحسان ہے جس کا اَجر قربانی کرنے والے کو بھی ملے گا۔ یہی مُعاملہ بھائی بہنوں کی طرف سے قربانی کرنے کا ہے۔[2]

جتنے اَفراد پر قربانی واجِب ہو ان سب کو قربانی کرنا ہو گی

سُوال: گھر میں چھ اَفراد ہیں جن پر قربانی واجِب ہے اگر ان سب کی طرف سے دو یا تین قربانیاں کر دی جائیں تو کیا کافی ہوں گی یا چھ قربانیاں ہی کرنا ہوں گی؟

جواب: چھ قربانیاں کرنا ہوں گی۔ بعض لوگ پورے گھر کی طرف سے صرف ایک بکرا قربان کر دیتے ہیں اس طرح کسی کی بھی قربانی نہیں ہوتی۔ ایک بکرے میں ایک سے زیادہ حصے نہیں ہو سکتے۔ ایسے موقع پر بڑا جانور لے لیا جائے تو وہ سات اَفراد کی طرف سے قربان کیا جا سکتا ہے۔[3]

جس پر قربانی واجب ہو اُسے قربانی کرنا ضروری ہے

سُوال: شوہر پر قربانی واجب نہ ہو لیکن بیوی پر قربانی کرنا واجب ہو تو کیا بیوی قربانی کر سکتی ہے؟

جواب: اگر بیوی پر قربانی واجب ہے تو اسے لازمی قربانی کرنی ہو گی۔ شوہر پر قربانی واجب ہونا بیوی کے قربانی کرنے کے لیے شرط نہیں ہے۔[4]

شوہر کا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا کیسا؟

سُوال: کیا شوہر بیوی کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے؟

جواب: جس پر قربانی واجب ہو اسے اپنی طرف سے ہی قربانی کرنا واجب ہے، کوئی دوسرا اس کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے قربانی نہیں کر سکتا،[5] مثلاً شوہر پر قربانی واجب ہو تو وہ اپنی طرف سے قربانی کرے اور بیوی پر واجب ہو تو وہ اپنی طرف سے ہی کرے، شوہر کی طرف سے نہ کرے۔ اگر اپنی

قربانی چھوڑ کر شوہر کی طرف سے قربانی کرے گی تو گناہ گار ہوگی۔ اسی طرح اگر شوہر پر قربانی واجب ہونے کے باوجود وہ ہر سال اپنی طرف سے قربانی کرنے کے بجائے بیوی کی طرف سے کرتا رہا تو شوہر کو ہر سال کے بدلے صدقہ کرنا ہوگا، نیز گناہ گار ہونے کی وجہ سے توبہ بھی لازم ہوگی۔ یاد رہے! شوہر یا بیوی نے جن سالوں کی قربانی نہیں کی اس کے بدلے بعد میں وہ قربانیاں نہیں ہوسکتیں، بلکہ ان سالوں میں بکرے (جن میں قربانی کی تمام شرائط پائی جائیں) کی قیمت معلوم کرکے اتنی رقم زکوٰۃ کے حق دار پر صدقہ کرنی ہوگی، [6] ورنہ گناہ گار ہوں گے۔ ہاں! اگر قربانی واجب نہ تھی اور ایک دوسرے کی طرف سے کرلی تو صدقہ لازم نہیں۔ [7] نیز زَوجہ کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو اس سے اجازت طلب کرے اگر اجازت لئے بغیر کردی تو اس کی طرف سے واجب ادا نہیں ہوگا۔ [8] اجازت دو طرح سے ہوتی ہے: (1) صراحۃً مثلاً بیوی واضح طور پر کہہ دے کہ میری طرف سے قربانی کردو (2) دَلالۃً مثلاً یہ اپنی زَوجہ کی طرف سے قربانی کرتا ہے اور اسے اس کا علم ہے اور وہ راضی ہے۔ [9]

کیا ایک تولہ سونا ہو تو قربانی واجب ہے؟

سوال: کسی خاتون کے پاس صرف ایک تولہ سونا ہے تو کیا اس پر قربانی واجب ہوگی؟

جواب: کسی کے پاس صرف ایک تولہ سونا ہے، چاندی یا رقم یا حاجتِ اصلیہ سے زائد سامان وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے تو اِس صورت میں اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔ البتہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کیونکہ جس کے پاس سونا ہو اُس کے پاس کچھ نا کچھ رقم ہوتی ہے یا حاجتِ اصلیہ سے زائد سامان ہوتا ہے ایسی صورت میں قربانی واجب ہوگی۔ [10]

کیا کمیٹی کی رَقم سے قربانی کا جانور لے سکتے ہیں؟

سوال: بعض عورتیں گھروں میں کمیٹیاں ڈالتی ہیں کیا عورت ان کمیٹی کے پیسوں سے قربانی کرسکتی ہے؟

جواب: اپنے ذاتی پیسے ہیں تو قربانی کرسکتی ہے اور اگر عورت پر قربانی واجب ہے تو شوہر کے منع کرنے کے باوجود عورت قربانی کرے گی۔ [11]

اُدھار لے کر قربانی کرنا کیسا؟

سوال: اگر کسی کے پاس پیسے نہ ہوں تو کیا وہ اُدھار لے کر قربانی کرسکتا ہے؟

جواب: اگر قربانی واجب ہے اور پیسے چُھٹّے نہیں ہیں کاروبار میں لگے ہوئے ہیں یا کوئی مال خریدا ہوا ہے جسے بیچنا نہیں چاہتے تو اب اگر کسی سے پیسے اُدھار لے کر قربانی کرلی تو حرج نہیں ہے۔ البتہ اگر قربانی واجب نہیں ہے تو ظاہر ہے اُدھار لے کر قربانی کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر قربانی کی تو ثواب ملے گا مگر ایسا کرنا بڑا رِسک ہے کہ پھر قرضہ اُترے گا نہیں اور یوں لڑائی جھگڑوں کے مسائل بھی ہوسکتے ہیں لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر قربانی واجب نہ ہو تو صرف قربانی کرنے کے لیے قرضہ نہ لیا جائے۔ [12]

جس عورت کا حقِ مہر نہ ملا ہو کیا اس پر قربانی واجب ہے؟

سوال: بعض خواتین کا حقِ مہر ایک لاکھ، دو لاکھ یا ڈھائی لاکھ روپے ہوتا ہے لیکن انہیں اب تک ملا نہیں ہوتا بلکہ اسے بعد میں ادا کرنا ہوتا ہے کیا اس صورت میں ان پر قربانی واجب ہو جائے گی؟

جواب: عورت کو ابھی تک حقِ مہر ملا نہ وہ ان پیسوں کی مالک بنی ہے، لہٰذا اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ ہاں! اگر حقِ مہر کے علاوہ اس کے پاس اتنی رَقم ہے جس سے اس پر قربانی واجب ہوتی ہو تو یہ ایک الگ صورت ہے۔ [13]

---

(1) قربانی کیوں کرتے ہیں؟، ص 10 (2) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 3/116 (3) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 3/116 (4) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 9/60 (5) فتاویٰ ہندیہ، 5/293 (6) فتاویٰ ہندیہ، 5/296 (7) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 9/161 (8) عالمگیری، 5/293 (9) ابلق گھوڑے سوار، ص 9 (10) ملفوظات، 9/89 (11) ملفوظات، 9/124 (12) قربانی کیوں کرتے ہیں؟، ص 9 (13) ملفوظات، 9/125

میں بھی قرآن پڑھنا سیکھوں گی

اُمِّ میلاد عطاریہ*
* نگران عالمی مجلس مشاورت
(دعوتِ اسلامی)

اللہ پاک نے لوگوں کی راہنمائی کے لئے انہیں سب سے افضل کتاب قراٰنِ کریم کا تحفہ عطا فرمایا۔ قراٰنِ کریم میں جس طرح مردوں کے لئے احکام اور ہدایات بیان ہوئی ہیں، وہیں خواتین کے لئے بھی خصوصی مسائل اور نصیحتیں بیان ہوئی ہیں اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خواتین بھی قراٰن پڑھنا سیکھیں، اس کے احکامات پر غور کریں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔ قراٰن سیکھنے، پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت و اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اس میں ہماری نجات اور دین و دنیا کا فائدہ ہے۔

اگرچہ خواتین کی ایک تعداد قراٰنِ کریم سے محبت، اس کی تلاوت اور اس پر عمل کی کوشش کرتی ہے، لیکن ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو قراٰنِ کریم کی تلاوت اور اس کی تعلیمات سے دور ہے، بلکہ کئی خواتین کو تو قراٰن پڑھنا بھی نہیں آتا اور نہ اس کے لئے وقت نکالتی ہیں، افسوس دنیا کے دیگر کاموں کے لئے تو وقت ہی وقت ہے لیکن قراٰن سیکھنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ یاد رہے اگر آپ قراٰنِ کریم کے قریب آئیں گی تو اس کی روحانیت و نورانیت نہ صرف آپ کو نصیب ہوگی بلکہ آپ کی اولاد اور آپ کی نسلوں کو بھی اس کی برکات سے حصہ عطا ہوگا۔ تاریخ میں ایسی کئی خواتین کا ذکر ملتا ہے جو کثرت سے تلاوتِ کلامِ پاک کرنے کا جذبہ رکھتی تھیں، اس حوالے سے غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کی سیرت میں بھی ہمارے لئے بہترین درس موجود ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہا اس قدر کثرت سے تلاوتِ کلام پاک کرتی تھیں کہ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ کے پیٹ میں 18 پارے حفظ کر لئے۔ (الحقائق فی الحدائق، ص140 ملخصاً) یہ واقعہ اس بات کی واضح مثال ہے کہ جو مائیں قراٰنِ پاک کی تلاوت کی عادی ہوتی ہیں،

ان کی اولاد کو بھی اس کی برکات وانوار نصیب ہوتے ہیں۔

بحیثیتِ مسلمان ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ جو کتاب ہماری ہدایت اور راہنمائی کے لئے نازل ہوئی اگر آج تک اس کو درست پڑھنے میں ہم کامیاب نہیں ہو سکیں تو کیا یہ ہمارے لئے لمحۂ فکریہ نہیں؟ ہم سب نے اپنی جتنی زندگی گزار لی اس کا جائزہ لیں کہ ہمیں اتنے سالوں میں اتنا وقت بھی نہیں مل سکا کہ اپنے پیارے رب کا کلام اُس انداز میں پڑھنا سیکھ سکیں جس طرح اس کے پڑھنے کا ہمیں حکم فرمایا گیا ہے؟ ابھی بھی وقت ہے قراٰن کو تجوید اور درست مخارج کے ساتھ پڑھنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کیجئے اور خواتین چونکہ اولاد کی تعلیم و تربیت کی بھی ذمہ دار ہیں تو ان کی یہ ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی نہ صرف درست لہجے سے قراٰن پڑھنا آتا ہو بلکہ شوقِ تلاوت کا جذبہ بھی بیدار ہو۔ اے کاش! ہم اچھے انداز میں قراٰنِ کریم پڑھنے اور احکامِ قراٰن پر عمل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ جن خواتین کو قراٰنِ کریم درست پڑھنا نہیں آتا اُن کو چاہئے کہ درست مخارج اور تجوید کے ساتھ قراٰن سیکھنے کے لئے اپنے علاقے میں لگنے والے دعوتِ اسلامی کے مدرسۃ المدینہ بالغات میں داخلہ لے کر پڑھنا شروع کریں اور جن خواتین کو درست پڑھنا آتا ہے ان کو چاہئے کہ وہ دوسری خواتین کو سکھانے کی کوشش کریں اِن شآءَ اللہ اس کی خوب خوب برکتیں حاصل ہوں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام مسلمان خواتین کو چاہئے کہ روزانہ نہ صرف تلاوتِ قراٰن کا معمول بنائیں بلکہ ترجمہ و تفسیر پڑھنے کی عادت بھی بنائیں اس کی برکت سے پتا چلے گا کہ قراٰن ہم سے کیا کہتا ہے، یہ بھی پتا چلے گا کہ قراٰن ہمیں رب تعالیٰ کا کیا پیغام دیتا ہے، جن کاموں کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جن سے منع کیا ہے ان کے بارے میں پتا چلے گا، نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی شان و عظمت دل میں مزید بڑھے گی، پہلی قوموں پر آنے والے عذاب کے اسباب پڑھ کر خوفِ خدا نصیب ہو گا، نیک بندوں کا تذکرہ پڑھ کر نیکوں اور نیکیوں سے محبت پیدا ہو گی اس کے علاوہ دین و دنیا کے لئے بہت سی مفید باتیں معلوم ہوں گی۔ ترجمہ و تفسیر پڑھنے کے لئے بہترین، آسان اور دلچسپ تفسیر ”تفسیر صراط الجنان“ ہے۔ اسی طرح مفتی محمد قاسم عطاری دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کی لکھی ہوئی کتاب ”عورت اور قراٰن“ ہر عورت کو پڑھنی چاہئے اس کتاب میں قراٰنِ کریم میں خواتین کے متعلق نازل ہونے والی تمام آیات کا ترجمہ و تفسیر ذکر کی گئی ہے، عظیم خواتین کی سیرت بیان کی گئی ہے، عورتوں پر اسلام و قراٰن کے احسانات کا بیان موجود ہے، عورتوں کے متعلق شرعی احکام کو بیان کیا گیا ہے نیز عورتوں کے متعلق مردوں کو دی گئی ہدایات کا خوبصورت بیان بھی موجود ہے۔ اللہ کریم ہمیں قراٰن سیکھنے اور سکھانے اور ترجمہ و تفسیر پڑھ کر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

علمِ دین کا عظیم خزانہ حاصل کرنے اور نصیحتوں بھری باتیں پڑھنے کے لئے مفتی محمد قاسم دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کی لکھی ہوئی کتاب ”عورت اور قراٰن“ آج ہی مکتبۃ المدینہ سے حاصل کیجئے اور پڑھئے۔

بنتِ محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی آنکنامکس گولڈ میڈلسٹ (میانوالی)

نومولود کو دودھ پلانے کی احتیاطیں (قسط:9)

ماں کے دودھ کی اہمیت و افادیت

ماں کا دودھ کسی نعمت سے کم نہیں۔ یہ خالص و قدرتی دودھ اپنے اندر ہر طرح کے غذائی اجزا، معدنیات، وٹامنز، فیٹی ایسڈز سمیٹے ہوتا ہے جو صحت مند نشوونما کے لئے انتہائی اہم اور فائدہ مند ہیں۔ ماں کا دودھ بچے کی پیدائش کے کچھ ہی دیر بعد شروع ہو جاتا ہے۔ دودھ کی مقدار بچے کے پینے کے حساب سے بڑھنے لگتی ہے۔ ماں کا دودھ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ماں کا دودھ بچے کی قوتِ مدافعت (Immunity) کو بڑھاتا، ہاضمہ مضبوط کرتا اور آنتوں کو انفیکشن سے بچاتا ہے۔ دودھ پلانے والی مائیں چھاتی کے کینسر سے محفوظ رہتی ہیں۔ حمل کے دوران یا بعد میں بڑھا ہوا وزن دودھ پلانے سے کم ہوتا اور جسم اپنی پہلے والی حالت پر لوٹ جاتا ہے۔ دودھ پلانے والی ماؤں کی نفسیاتی حالت بہتر رہتی ہے اور خون کی کمی بھی نہیں ہوتی۔ نیز پیشاب کی نالی میں انفیکشن بھی نہیں ہوتا۔

6 ماہ کی عمر تک بچے کی خوراک کا مکمل گزارا دودھ پر ہوتا ہے، جبکہ اس کے بعد ٹھوس غذا بھی شروع کروادی جاتی ہے۔ لیکن نومولود کو دودھ پلانے سے پہلے چند احتیاطیں لازم ہیں:

دودھ پلانے کی احتیاطیں

- سب سے پہلے یہ دیکھیے کہ بچے کو دودھ کی طلب ہے بھی یا نہیں! کیونکہ خوراک کی طلب ایک خاص وقت جیسے دو یا تین گھنٹوں کے بعد ہی ہوتی ہے۔ ایسا ضروری نہیں کہ بچہ دودھ پینے کے لئے ہی رو رہا ہو۔ بچے کی خوراک کی روٹین سے ماں اچھی طرح واقف ہوتی ہے، اس لئے اسے دودھ تب ہی پلایا جائے جب اسے طلب ہو ورنہ بد ہضمی ہو گئی تو ماں بچے دونوں کیلئے پریشانی کا سبب ہو سکتی ہے۔
- ماں کا دودھ چونکہ اس کی خوراک کے مطابق بنتا اور بچے کی صحت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا ماں کو دودھ پلانے کے دنوں میں ایسے کھانوں سے پرہیز کرنا چاہئے جو جلدی ہضم نہیں ہوتے جیسے چنے، چنے کی دال اور بھنڈی وغیرہ۔ کیونکہ ایسی چیزیں کھانے کے بعد بچے کو دودھ پلانے سے اسے گیس کا مسئلہ ہو سکتا ہے جو بچے اور ماں دونوں کے لئے پریشانی کا باعث بن سکتا ہے۔
- ماں اگر کام کاج کر رہی ہو تو بچے کو دودھ پلانے سے پہلے اپنے جسم کا درجہ حرارت معمول پر آنے دے، پھر دودھ پلائے۔
- ماں کو چاہئے کہ دودھ پلانے سے پہلے خود کو ہر طرح کی پریشانی، فکر اور رنج سے دور کرلے کہ بچے پہ ان چیزوں کا اثر پڑتا ہے اور وہ غصیلا ہو جاتا ہے۔
- بچے کو اپنے ساتھ سلاتے ہوئے لیٹے لیٹے دودھ نہ پلایئے

کہ حلق میں پھنس جانے کا خطرہ ہے۔ لہٰذا بچے کو ہمیشہ گود میں لے کر دودھ پلایئے، پھر اسے پیٹھ کے بل لٹا دیجیے۔

❖ بچے کو دودھ پلانے کے لئے گود میں اٹھائیں تو مضبوطی سے تھامیے۔ اگر اونچی جگہ بیٹھیں تو کنارے پر نہ بیٹھیے کہ ذرا سی بے دھیانی سے بچے کے گرنے کا خطرہ ہے۔

❖ بچے کو اس طرح اٹھایا جائے کہ اسے دودھ پینے میں آسانی ہو اور سانس لینے میں بھی دشواری نہ ہو۔

❖ بچے کو دودھ پلاتے ہوئے پردے کا بھی خاص خیال رکھیے، بہتر ہے کہ اکیلے میں دودھ پلایئے یا چادر اوڑھ لیجیے۔

❖ بچے کو پیٹ بھرنے تک دودھ پلایا جائے۔

❖ دونوں اطراف سے باری باری دودھ پلایا جائے۔

❖ ماں کو قبض، گیس یا ڈائیریا ہو تو اس کا اثر بچے پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ماں کو بچے کے ساتھ ساتھ اپنی صحت پر بھی خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

❖ بچے کو اپنا دودھ پلانے والی مائیں ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر کسی بھی قسم کی دوا استعمال نہ کیجیے۔ اگر استعمال ضروری ہو تو بہتر ہے بچے کو دودھ پلانے کے بعد کیجیے تاکہ بچے کے اگلی بار دودھ پینے تک کافی وقت گزر چکا ہو۔

نومولود کے لئے ماں کے متبادل دودھ کے اثرات

ماں کے دودھ جیسی قدرتی غذا کا کوئی نعم البدل نہیں۔ اس کے باوجود اکثر عورتیں کسی مسئلے کے باعث یا جان بوجھ کر بچے کو دودھ نہیں پلا پاتیں یا ان کے دودھ اترتا ہی نہیں۔ ایسے میں بچے کو گائے کا یا فارمولا دودھ دیا جاتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ماں کے دودھ کے علاوہ دودھ چاہے مصنوعی ہو یا قدرتی وہ اتنی غذائیت نہیں رکھتا جتنا ماں کا دودھ رکھتا ہے۔ بچے کے لئے سب سے بہتر کون سا دودھ ہے، اس کے متعلق بہت سے ماہرین کا کہنا ہے کہ مصنوعی دودھ میں جتنے بھی غذائی اجزا شامل کر دیئے جائیں وہ گائے کے دودھ کے برابر نہیں ہو سکتے، اس طرح گائے کے دودھ کے اثرات بھی ماں کے دودھ کی طرح نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ بچہ چاہے ماں کا دودھ پیتا ہو یا بوتل کا، اسے دودھ پلاتے ہوئے ان چند بنیادی باتوں کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے:

❖ دودھ پلاتے ہوئے بچے کے سینے پر کپڑا (bib) ضرور رکھیے تاکہ اگر بچہ دودھ گرا بھی دے تو کپڑے خراب نہ ہوں۔

❖ دودھ پلانے کے بعد بچے کو ڈکار لازمی دلوایئے۔

❖ فارمولا دودھ ہو یا گائے وغیرہ کا، پلانے سے پہلے اس کا درجۂ حرارت لازمی چیک کر لیجیے۔ دودھ نہ زیادہ گرم ہو کہ زبان جل جائے اور نہ اتنا ٹھنڈا کہ گلا خراب ہو جائے۔ بچوں کو ہمیشہ معمولی درجۂ حرارت کا دودھ پلانا چاہئے۔

❖ دودھ پلانے سے پہلے بہتر ہے کہ اسے چکھ لیا جائے کہ اس کا ذائقہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات گرمیوں میں شدید گرمی اور لوڈشیڈنگ کے سبب دودھ خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

گائے کا دودھ

گائے کا دودھ پروٹین اور کیلشیم کا اہم ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ وٹامن B 12 اور آیوڈین سمیت کئی اہم اجزا بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں موجود میگنیشیم ہڈیوں کی نشو و نما اور پٹھوں کی مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ گائے کا دودھ کبھی بھی خالص حالت میں نومولود بچے کو نہ پلایا جائے اور اس حوالے سے یہ چند باتیں پیشِ نظر رکھی جائیں:

گائے کا دودھ پلانے کی احتیاطیں

❖ گائے کا دودھ تیار کرنے کے لئے اس میں برابر مقدار میں پانی ڈالا جائے، پھر چٹکی بھر سونف اور الائچی ڈال کر اُبالا جائے تاکہ دودھ گاڑھا بھی نہ رہے اور سونف اور الائچی کے اثر سے ہضم ہونے میں بھی مدد ملے۔

❖ بڑھتی عمر کے ساتھ پانی کی مقدار میں کمی کرتی جایئے اور کم از کم سال بھر تک بچے کو خالص دودھ ہرگز نہ دیجیے کہ بچے کی آنتیں اور ہاضمہ اسے برداشت نہیں کر پائے گا۔

❖ جب (سونف اور الائچی ڈال کر تیار کیا ہوا) دودھ ختم ہو جائے تو بچے کے بھوک لگنے سے پہلے ہی دودھ بنا کر رکھ لیا جائے تاکہ بوقتِ ضرورت پریشانی نہ ہو۔

فارمولا دودھ

فارمولا دودھ خشک پاؤڈر کی صورت میں دستیاب ہوتا ہے جو گائے، بکری یا سویا پروٹین سے بنایا جاتا ہے جو غذائی اجزا سے بھرپور ہوتا ہے۔ پہلے 6 ماہ تک بچے کو جو فارمولا دودھ پلایا جاتا ہے، یہ اسٹیج ون کہلاتا ہے۔ فارمولا دودھ کا انتخاب ڈاکٹر کے مشورے سے کیجئے۔ اگر بچے کو فارمولا دودھ مسئلہ کر رہا ہے تو ڈاکٹر کے مشورے سے تبدیل کر دیجئے۔

فارمولا / ڈبے کا دودھ پلانے کی احتیاطیں

❖ فارمولا دودھ پلانے کیلئے ایک بوتل اور نپل کی ضرورت ہوتی ہے جسے فیڈر کہتے ہیں، یہ خریدتے وقت نپل اور فیڈر کا سائز بچے کی عمر اور خوراک کے مطابق ہونا چاہئے۔
❖ فیڈر و نپل ابلتے ہوئے پانی سے اچھی طرح دھوئے جائیں تاکہ جراثیم سے حفاظت رہے، نیز دودھ تیار کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ بھی صابن سے لازمی دھولیں۔
❖ نپل کا سائز فیڈر سے چھوٹا نہ ہو، کیونکہ عام طور پر دودھ پلاتے ہوئے نپل فیڈر کے اندر چلی جاتی ہے اور دودھ بچوں کے کپڑوں اور گردن پر بہہ جاتا ہے۔
❖ دودھ کے ڈبے پر لکھی ہدایات کے مطابق ہی فارمولا دودھ تیار کریں، یعنی دودھ اور پانی کی مقدار کا خیال رکھیں۔
❖ بچے کی خوراک اس وقت ہی تیار کریں جب بچے کو اس کی طلب بھی ہو، ورنہ تیار شدہ خوراک ضائع ہو جائے گی۔
❖ بچے کی خوراک اتنی ہی تیار کی جائے جتنی اسے طلب ہو، یعنی اگر دودھ پیے زیادہ وقت گزر چکا ہو تو یقیناً اب اسے شدید بھوک لگی ہو گی، لہٰذا اسے روٹین کے مطابق خوراک دیں اور اگر اسے مزید طلب ہو تو اب ضروری نہیں کہ پہلے کی طرح مکمل خوراک تیار کریں بلکہ ایک دو تہائی یا چوتھائی خوراک تیار کر کے بھی پلا سکتی ہیں۔
❖ پہلے سے فیڈر میں بچا ہوا فارمولا دودھ بچے کو ہرگز نہ پلائیں، بچے کی صحت کے لئے یہی طریقہ محفوظ ہے کہ اس کیلئے ہمیشہ تازہ خوراک ہی بنائی جائے اور اگر دودھ پینے کے بعد کچھ بچ جائے تو اسے ضائع کر دیں۔
❖ اگر کہیں سفر وغیرہ پر جانا مقصود ہو تو فارمولا پاؤڈر کسی ایئر ٹائٹ جار وغیرہ میں حسبِ ضرورت ڈال کر ڈھکن مضبوطی سے بند کر دیجئے اور اُبلا ہوا پانی تھرماس وغیرہ میں ساتھ رکھیے تاکہ بوقتِ ضرورت تازہ خوراک تیار کی جا سکے۔

ازواجِ مصطفےٰ

سیدہ خدیجہ کے اعلیٰ اخلاق

صورت اور سیرت یہ دو ایسے الفاظ ہیں جو اپنے اندر ایک جہاں سمیٹے ہوئے ہیں، انسان کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر بصارت (آنکھ) فیصلہ کرتی ہے کہ صورت اچھی ہے یا بری، جبکہ سیرت یعنی کسی بھی انسان کی باطنی صورت کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ آنکھیں نہیں کر سکتیں بلکہ اس کے لئے دل کی آنکھیں یعنی بصیرت چاہئے۔ ظاہری صورت کو جسم اور سیرت یعنی باطنی صورت کو روح اور نفس کہا جائے تو درست ہو گا۔ جس طرح انسانی جسم کے تمام اعضا اپنے مخصوص کام سرانجام دینے کے عادی ہیں یعنی پاؤں سے چلا جاتا ہے تو منہ سے کھایا پیا جاتا اور ناک سے سونگھا جاتا ہے، ایسا نہیں کہ آج پاؤں سے چلیں تو کل ہاتھوں سے یا سر کے بل چلیں گے، آج منہ سے کھا پی رہے ہیں تو کل ناک سے کھائیں پئیں گے، الغرض ہر جسمانی عضو جس کام کے لئے بنایا گیا اور وہ جو کام کرنے کا عادی ہے اس کے الٹ اس سے مستقل کوئی کام نہیں لیا جا سکتا، کیونکہ کوئی جمناسٹک کا ماہر عارضی طور پر تو ہاتھوں کے بل چل سکتا ہے مگر مستقل ایسا کرنا اس کے لئے بھی ممکن نہیں، یہی حالت روح و نفس کی ہے یعنی اس میں بھی ایک ایسی خاص کیفیت و عادت پائی جاتی ہے جسے خُلُق کہا جاتا ہے اور اسی کی وجہ سے اعمال آسانی سے سرانجام پاتے ہیں اور غور و فکر کی حاجت

نہیں ہوتی۔ لہٰذا نفس میں موجود خُلُق یعنی اس کی مخصوص کیفیت وعادت اگر ایسی ہو کہ اس کے باعث اچھے کام اس طرح ادا ہوں کہ وہ عقلی اور شرعی طور پر پسندیدہ ہوں تو اسے حُسنِ اَخلاق کہتے ہیں اور اگر اس سے بُرے کام اس طرح ادا ہوں کہ وہ عقلی اور شرعی طور پر ناپسندیدہ ہوں تو اسے بداخلاقی کہا جاتا ہے۔[1]

اب سوال یہ ہے کہ نفس کی کن عادات کو اچھے اخلاق کہا جائے گا۔ چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں: تمام اچھے اخلاق کی بنیاد اِن چار باتوں پر ہے: حکمت، شجاعت، عفت اور عدل۔ جبکہ باقی سب اچھے اخلاق انہی چار کی شاخیں ہیں۔ ان چاروں باتوں میں کمال صرف حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو حاصل ہے، جبکہ باقی لوگوں میں سے جو بھی ان چاروں باتوں میں حضور کے جس قدر قریب ہو گا وہ اسی قدر اللہ پاک کا قرب پائے گا اور جس میں یہ سب باتیں پائی جائیں وہ اس بات کے لائق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے، لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے تمام کاموں میں اس کی پیروی کریں، بلاشبہ ایسا شخص مقرب فرشتوں کے قریب ہوتا ہے، لہٰذا اس کی پیروی کرنا اور اس کا قرب پانا چاہئے کیونکہ اللہ پاک کے آخری و پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اچھے اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا۔[2]

اچھے اخلاق بلاشبہ اللہ پاک کی وہ عظیم ترین مخلوق[3] ہیں جنہیں سعادت مندی[4] قرار دیا گیا ہے۔[5] بلکہ ایک حدیث میں ایمان کے اعتبار سے سب سے افضل مومن اس کو قرار دیا گیا ہے جس کے اَخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں۔[6] لہٰذا اس اعتبار سے اگر تمام مومنین کی پہلی ماں یعنی حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا جائزہ لیں کہ آپ اچھے اخلاق کے کس مرتبہ پر فائز تھیں تو واضح معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان چاروں اوصاف کی مالک تھیں۔ مثلاً پہلی وحی کے نزول کے بعد آپ نے جس حکمت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو حوصلہ دیا اور آپ کی ڈھارس بندھائی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور پھر آپ نے عام عورتوں کی طرح اس بات کا ڈھنڈورا پیٹنے کے بجائے خاموشی سے سب سے پہلے اپنے کزن ورقہ بن نوفل کے پاس حضور کو لے جانے کا جو فیصلہ کیا وہ بھی آپ کی حکمت و سمجھ داری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کی بہادری دیکھنی ہو تو شعبِ ابی طالب میں آپ کے گزرے ہوئے دنوں کو دیکھ لیجئے کہ آپ نے کس بہادری سے اپنی بچیوں سمیت ان سختیوں کو برداشت کیا، مگر اپنے شوہر کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑا۔ اسی زمانے کی سختیوں کو دیکھا جائے تو آپ کے انصاف کرنے کی مثالیں ملنا بھی زیادہ مشکل نہیں کیونکہ اس وقت شعبِ ابی طالب میں جو لوگ کفارِ مکہ سے چوری چھپے کچھ اناج اور خوراک وغیرہ بھیج رہے تھے وہ سیدہ خدیجہ ہی کے خاندان کے لوگ تھے، مگر کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھیجا جانے والا سارا سامان خود اپنے پاس رکھا ہو، بلکہ یہ سارا سامان اس مصیبت کی گھڑی میں سب میں برابر تقسیم ہوتا اور باقی رہا آخری وصف یعنی آپ کی عفت و پاک دامنی سے آراستہ ہونے کا گواہ تو سارا زمانہ تھا اور آپ کے انہی اوصاف کی وجہ سے تو ہر سردارِ قریش آپ سے شادی کا خواہش مند تھا۔

نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے عمدہ اخلاق جاننے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے انتقال فرمانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جب بھی ان کی یاد ستاتی تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کی خوبیوں کو یاد کرتے، ان کی سہیلیوں کو تحائف بھیجا کرتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میں حضور کی زبانِ پاک سے ان کی بہت تعریف سنتی تو جوشِ غیرت میں عرض کرتی: یارسولَ اللہ! آپ تو ان کی ایسی تعریفیں کرتے ہیں کہ گویا ان کے سوا کوئی بیوی آپ کو ملی ہی نہیں یا ان کے سوا دنیا میں کوئی بی بی ہے ہی نہیں![7] تو حضور ارشاد فرماتے: اِنَّھَا کَانَتْ وَکَانَتْ یعنی وہ ایسی تھیں، وہ ایسی تھیں۔[8] حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے چونکہ اپنے

ان الفاظ میں سیدہ خدیجہ کے کسی خاص وصف کے متعلق ذکر فرمایا نہ کسی اچھی عادت کو بیان کیا۔ لہٰذا مختلف شارحینِ احادیث نے حضور کے ان الفاظ کی شرح مختلف انداز میں کی ہے۔ مثلاً مشہور حنفی بزرگ ابنِ ملک کرمانی رحمۃُ اللہِ علیہ ان الفاظ کے تحت فرماتے ہیں: یہ الفاظ اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہُ عنہا بے شمار اوصاف اور عمدہ اخلاق کی مالک تھیں۔[9] یہی بات شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃُ اللہِ علیہ نے کچھ یوں ذکر فرمائی ہے کہ سیدہ خدیجہ کی صفات حد اور اندازے سے باہر ہیں۔[10] جبکہ مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: یہاں کَانَتْ وَکَانَتْ میں جناب خدیجہ کی بہت سی صفات کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ بہت روزہ دار، تہجد گزار، میری بڑی خدمت گزار، میری تنہائی کی مُونِس (ساتھی)، میری غمگسار، غار حرا کے چلّے میں میری مددگار تھیں اور میری ساری اولاد انہی سے ہے، وہ جنابِ فاطمہ زہرہ کی ماں ہیں قیامت تک کے سیدوں کی نانی۔[11] علامہ بدرُ الدین عینی رحمۃُ اللہِ علیہ ان الفاظ کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی وہ بہت عالمہ اور فاضلہ تھیں اور اللہ سے بہت ڈرنے والی تھیں۔[12]

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃُ اللہِ علیہ سیدہ خدیجہ کے متعلق فرماتے ہیں: جب حضور نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کو ایمان کی دعوت دی تو وہ بغیر کچھ کہے فوراً ایمان لے آئیں، انہوں نے کبھی حضور کی نافرمانی نہیں کی، کبھی آپ کو تکلیف اور تھکاوٹ میں نہ ڈالا، بلکہ انہوں نے حضور سے ہر تکلیف اور تھکاوٹ کو ختم کیا اور ہر گھبراہٹ میں آپ کی غم خواری کی اور آپ کے لئے ہر مشکل کو آسان کیا اور ہر مرحلے میں اپنے مال سے آپ کی مدد کی۔[13]

حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم اکثر سیدہ خدیجہ رضی اللہُ عنہا کی تعریف فرمایا کرتے، بلکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا بیان کرتی ہیں: جب بھی سیدہ خدیجہ کا ذکر ہوتا تو حضور ان کی حد درجہ تعریف فرماتے۔[14] ایک روایت میں ہے کہ حضور جب تک بی بی خدیجہ کی تعریف نہیں کرتے تھے گھر سے نہیں نکلتے تھے، ایک دن حضور نے ان کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ کو کچھ ناگوار گزرا، جب انہوں نے اس کا اظہار کیا تو حضور سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے سیدہ خدیجہ کے چند ایسے اوصاف بیان کئے جو صرف انہی کی ذات کے ساتھ خاص تھے، چنانچہ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ آئندہ کبھی سیدہ خدیجہ کا ذکر اس انداز میں نہ کریں گی۔[15] بخاری شریف ایک حدیث میں ہے: حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت مریم بنتِ عمران اور سیدہ خدیجہ سب سے بہترین عورتیں ہیں۔[16] یعنی حضرت مریم بنتِ عمران اپنے زمانے کی، جبکہ سیدہ خدیجہ عرب شریف یا اس اُمّت کی سب سے بہترین خاتون ہیں۔[17] مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: اب تا قیامت جناب خدیجہ جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ جناب خدیجہ سے افضل ہیں یا بر عکس، نیز یہ کہ حضرت فاطمہ افضل ہیں یا بی بی خدیجہ۔[18] ایک مقام پر فرماتے ہیں: خیال رہے کہ حضرت عائشہ و خدیجہ کے متعلق تین قول ہیں: ایک یہ کہ جناب عائشہ بی بی خدیجہ سے افضل ہیں، دوسرے اس کے بر عکس، تیسرے اس میں خاموشی، اس میں احتیاط ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جناب مریم و فاطمہ تمام عورتوں سے افضل ہیں اور تمام ازواج مطہرات میں عائشہ و خدیجہ افضل ہیں۔[19]

(یہ سلسلہ جاری ہے)

---

(1) احیاء العلوم مترجم، 3/ 165 (2) شرح السنہ للبغوی، 7/ 9، حدیث: 3516 (3) معجم اوسط، 6/ 156، حدیث: 8344 (4) شعب الایمان، 6/ 249، حدیث: 8039 (5) جامع صغیر، ص 504، حدیث: 8249 (6) ابن ماجہ، 4/ 496، حدیث: 4259 (7) مراٰۃ المناجیح، 8/ 497 (8) بخاری، 2/ 565، حدیث: 3818 (9) شرح مصابیح السنہ، 6/ 477، تحت الحدیث: 4844 (10) اشعۃ اللمعات، 7/ 528 (11) مراٰۃ المناجیح، 8/ 497 (12) عمدۃ القاری، 11/ 532، تحت الحدیث: 3818 (13) فتح الباری، 8/ 117، تحت الحدیث: 3819 (14) فتح الباری، 8/ 117، تحت الحدیث: 3819 (15) الشریعۃ للآجری، 4/ 2193، حدیث: 1681 (16) بخاری، 2/ 454، حدیث: 3432 (17) عمدۃ القاری، 11/ 181، تحت الحدیث: 3432 (18) مراٰۃ المناجیح، 8/ 495 (19) مراٰۃ المناجیح، 8/ 495

بچوں سے بھی جھوٹ مت بولیے

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

حضرت عبدُ اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمارے گھر میں موجود تھے، میری والدہ نے مجھے بُلا کر فرمایا کہ ادھر آؤ! تمہیں کچھ دوں گی تو حضور نے ان سے پوچھا: کیا دینا چاہتی ہو؟ عرض کی: کھجور دوں گی۔ تو حضور نے ان سے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو یہ جھوٹ لکھا جاتا۔[1]

تربیتِ اولاد یقیناً ایک مشکل اور اہم ترین کام ہے۔ لیکن اس میں بھی اسلامی تعلیمات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا خود بھی جھوٹ سے بچیے اور بچوں کو بھی اس سے بچائیے۔ یقیناً جھوٹ بولنا گناہ اور اللہ پاک کی ناراضی کا سبب ہے۔ لیکن پھر بھی ہم جھوٹ سے نہیں بچتیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے کبھی سنجیدہ ہو کر جھوٹ سے بچنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ عام طور پر صرف غفلت و لاپروائی کے سبب ہی جھوٹ بولا جا رہا ہوتا ہے خصوصاً بچوں سے جھوٹ بولنا تو بہت زیادہ عام ہے اور اسے گویا جھوٹ ہی نہیں سمجھا جاتا حالانکہ یہ بھی دینی و دنیاوی نقصانات سے خالی نہیں کیونکہ اس طرح بچے سمجھتے ہیں کہ جیسا کہا جا رہا ہے ویسا ہو گا نہیں۔ لہٰذا جھوٹ بولنے والی کے الفاظ کی اہمیت ختم ہو جاتی ہیں، بچے جھوٹ بولنے میں بے باک ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان کے والدین اور دیگر بڑے بھی تو جھوٹ بولتے ہیں۔

بچوں کو جھوٹ موٹ ڈرانا بھی درست نہیں، کیونکہ اس سے بچے بزدل و ڈرپوک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بچوں سے جھوٹ بولنے کے بجائے ہمیشہ درست اور حقیقت پر مشتمل باتیں کیجیے مثلاً سو جائیے! ورنہ بھوت آ جائے گا وغیرہ کہنے کے بجائے یہ کہیے کہ سو جائیے! ورنہ صبح وقت پر آنکھ نہیں کھلے گی، نیند پوری نہ ہوئی تو طبیعت میں بے چینی رہے گی۔ اسی طرح بعض مائیں کھانا کھلانے کے لئے کہتی ہیں: جلدی کھا لیجیے ورنہ بلی کھا لے گی کہنے کے بجائے یہ کہیے کہ جلدی سے کھانا کھا لیجئے، پھر فلاں جگہ چلیں گے یا پھر اس غذا کے فائدے بتائیے۔

جب آپ خود جھوٹ سے بچیں گی تو اس کا اثر بچوں پر بھی ہو گا اور وہ بھی جھوٹ بولنے سے بچیں گے۔ اس کے علاوہ یہ بھی خیال رکھیے کہ بچوں سے کسی انعام وغیرہ کا ایسا ہی وعدہ کیجیے جسے آپ پورا کر سکیں اور پھر اسے پورا بھی ضرور کیجیے۔ کیونکہ اگر وعدہ کرتے وقت آپ کی نیت اسے پورا کرنے کی تھی اور بعد میں کسی وجہ سے پورا نہ کر سکیں تو اس وجہ سے گناہ گار تو نہیں ہوں گی البتہ بچے کا ذہن خراب ہو گا اور وہ یہی سمجھے گا کہ آپ نے اس سے جھوٹ بولا تھا! عموماً بچوں سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو وہ ڈانٹ کے ڈر سے جھوٹ بول دیتے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ آپ بچوں کو یہ بات سمجھا دیجیے کہ اگر وہ سچ بولیں گے تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا، تاکہ وہ ہمیشہ سچ بولنے کے عادی ہو جائیں اور آپ کو بھی اصل بات کا علم رہے، البتہ نرمی سے سمجھا بھی ضرور دیں کہ بیٹا! آئندہ ایسا کوئی کام مت کیجئے کہ جس کے بعد آپ کو جھوٹ بولنا پڑے۔ اللہ پاک ہمیں جھوٹ سمیت تمام گناہوں سے بچنے اور اپنی اولاد کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ خاتَمِ النّبیّین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

[1] ابو داود، 4/387، حدیث 4991

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد قاسم عطاری

1 شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال صدقہ کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت اپنے شوہر کے گھر کے برتن، تکیے اور بیڈ شیٹ وغیرہ، شوہر کی اجازت ورضامندی کے بغیر کسی غریب کو دے سکتی ہے؟ اس حوالے سے تفصیلی رہنمائی فرمادیں کہ بیوی کے لئے شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کو شوہر کی غیر موجودگی میں گھر کی ذمہ دار، نگران اور نگہبان بنایا گیا ہے اور نگرانی کا مطلب یہی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں کوئی تصرف نہ کرے اور قرآن پاک میں نیک عورتوں کا یہ وصف بیان ہوا ہے کہ وہ شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور احادیث میں ایسی عورت کو بہترین عورت قرار دیا گیا، جو شوہر کے مال کی حفاظت کرے اور یہ حکم دیا گیا کہ عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے۔

لہٰذا کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ شوہر کے مال میں سے کوئی بھی چیز اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرے، اگر وہ ایسا کرے گی، تو گناہ گار ہو گی اور شوہر بیوی سے ان چیزوں کا مطالبہ کر سکتا ہے، ہاں اگر شوہر کی صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو، تو اس کا مال (بقدرِ اجازت) صدقہ کرنے میں حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 ڈمپل پلاسٹی سرجری کروانا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ڈِمپلز (Dimples) کے لئے گالوں میں سرجری کروانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

منہ کی دونوں جانب گالوں یا ٹھوڑی پر پڑنے والے چھوٹے چھوٹے گڑھوں کو ڈِمپلز (Dimples) کہتے ہیں، جو عموماً ہنستے وقت دکھائی دیتے ہیں اور انہیں چہرے میں خوبصورتی کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کے چہرے پہ قدرتی طور پر ڈِمپلز ہوتے ہیں، جبکہ بعض اس کے لئے سرجری کرواتے ہیں، جسے (Dimpleplasty) کہا جاتا ہے۔ اس میں گالوں کے اندرونی حصہ سے کچھ گوشت نکال دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ہنستے وقت گالوں پر ڈِمپلز دکھائی دیتے ہیں۔

اس تفصیل کے بعد حکمِ شرعی یہ ہے کہ ڈِمپلز بنوانے کے لئے سرجری کروانا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے، کیونکہ یہ اللہ پاک کی تخلیق یعنی اس کی پیدا کی ہوئی چیز میں تبدیلی کرنا ہے اور اللہ پاک کی تخلیق میں خلافِ شرع تبدیلی حرام اور گناہ ہے، قرآن و حدیث میں اسے شیطانی کام اور باعثِ لعنت قرار دیا گیا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

منگنی

شعبہ ماہنامہ خواتین

منگنی دراصل نکاح کا وعدہ ہے۔ اگر یہ نہ ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔[1] البتہ! اس میں وعدے کا لفظ نہیں بولا جاتا مگر باقاعدہ لڑکی والوں سے طے کیا جاتا ہے اور یہاں طے کرنا ہی وعدہ ہے۔[2] وعدہ کبھی اس لئے کر لیا جاتا ہے تاکہ منگنی کرنے والے کا جائزہ لیا جائے اور غور کیا جائے اور تاخیر کی جاتی ہے تاکہ وہ موافق ہو تو منگنی قبول کی جائے ورنہ انکار کر دیا جائے۔[3] منگنی ہندی زبان کا لفظ ہے اور اس کو سگائی، کڑمائی اور ساکھ بھی کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر منگنی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ رشتہ طے ہو جانے کے بعد شادی سے پہلے دونوں خاندان ایک دوسرے کو اچھی طرح جان جائیں اور ان میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے تاکہ شادی کے بعد مسائل پیدا نہ ہوں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو منگنی میں اگر اللہ پاک کو ناراض کرنے والا کوئی کام نہ ہو تو یہ جائز ہے اور ایک اچھی رسم ہے جو شادی سے پہلے دو خاندانوں کو موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اچھی طرح دیکھ اور سمجھ لیں تاکہ کوئی غلط فیصلہ ہونے سے بچا جا سکے۔ لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں منگنی کے موقع پر بعض ناجائز اور بے ہودہ رسومات اس قدر رواج پا گئی ہیں کہ ان کے بغیر تقریبات کو ادھورا سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے تو بہتر ہے کہ یہ رسم ہی ختم کر دی جائے۔ بہر حال یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ منگنی کی رسم میں کن باتوں کا خیال رکھا جائے اور کن باتوں سے بچا جائے۔ چنانچہ یہاں ایک مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے:

انگوٹھی کا تبادلہ: منگنی کی رسم کی سب سے اہم بات لڑکے لڑکی کو منگنی کی انگوٹھی پہنانا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ منگنی کی رسم میں لڑکے کے خاندان میں سے اس کی والدہ یا اور کوئی خاتون لڑکی کو اپنی خوشی سے انگوٹھی پہناتی اور اسی طرح لڑکے کو بھی لڑکی کے خاندان میں سے کوئی مرد ہی انگوٹھی پہناتا اور وہ بھی چاندی کی کہ جس کا وزن ساڑھے 4 ماشے سے کم ہو۔ مگر افسوس! آج کل منگنی کی تقریبات میں ایسا نہیں ہو رہا بلکہ لڑکا لڑکی دونوں ایک دوسرے کو سب کے سامنے انگوٹھیاں پہناتے ہیں جو کہ جائز نہیں، کیونکہ لڑکا اپنی منگیتر کیلئے منگنی سے پہلے بھی اور منگنی کے بعد بھی اجنبی اور غیر محرم ہی ہوتا ہے، لہٰذا ہاتھ پکڑ کر انگوٹھی پہنانا تو دُور کی بات اُسے چھونا بھی سراسر ناجائز ہے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی گھونپ دی جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کیلئے حلال نہیں۔[4] کیونکہ نکاح سے پہلے لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کیلئے اجنبی اور غیر محرم ہیں، دونوں کو ایک دوسرے کے جسم کو چھونا ناجائز ہے، لہٰذا لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو خود انگوٹھی نہیں پہنا سکتے۔[5]

لڑکی کو منگنی کی انگوٹھی پیش کرنے اور اسے شادی کے لئے راضی کرنے کے لئے آج کل غیر مسلم معاشروں کی دیکھا دیکھی مسلم معاشرے میں بھی نئے نئے طریقے ایجاد کئے جا رہے ہیں، بالخصوص لڑکے کے ایک گھٹنے پر جھک کر لڑکی کو

پرپوز کرنے کے طریقے کو علمِ دین سے دور لوگ یوں سمجھتے ہیں گویا کہ غیر مسلموں کی طرح ایسا کرنا اس رسم میں فرض کی حیثیت رکھتا ہے، حالانکہ یہ سراسر ایک غلط رسم ہے، جس کی کوئی حیثیت نہیں اور اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ مگر افسوس! آج کل کی بعض ماڈرن عورتیں جو خود کو زیادہ تہذیب یافتہ سمجھتی ہیں وہ خود چاہتی اور بسا اوقات ایسی شرط بھی لگا دیتی ہیں کہ جب ان کا منگیتر انہیں انتہائی انوکھے طریقے سے پرپوز کرے گا تبھی وہ شادی کی انگوٹھی پہنیں گی۔ مثلاً ایک خاتون نے یہ شرط رکھی کہ وہ انگوٹھی اسی وقت پہنے گی جب اس کا منگیتر حرم کعبہ کے دروازے کے سامنے اسے گھٹنوں پر جھک کر پہنائے گا، چنانچہ وہ نوجوان جھکا نہیں تو اس نے انگوٹھی نہ پہنی، یوں 5 سال گزر گئے اور آخر نوجوان کو اپنی غیرت کا جنازہ نکالتے ہوئے شرمسار نگاہوں سے کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے گھٹنوں پر جھک کر انگوٹھی پیش کرنی ہی پڑی تو اس غیر مسلم معاشرے میں پلی بڑھی اور علم دین سے دور نام کی مسلم خاتون نے انگوٹھی پہنی، یہی نہیں پھر ان دونوں نے اس کی ویڈیو سوشل میڈیا پر پوری دنیا کے سامنے شیئر بھی کی، پھر جب پذیرائی نہ ملی بلکہ حرمِ کعبہ میں ایسا کرنے پر تنقید کی گئی تو انہوں نے خود ہی سوشل میڈیا پر موجود اپنے اکاؤنٹ سے ویڈیو ڈیلیٹ کر دی، مگر وہ دونوں بالخصوص وہ خاتون کہ جس نے اس نوجوان کی غیرت کا جنازہ نکالا وہ یہ بات بھول گئی کہ اس کے اس عمل کی جو ریکارڈنگ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں نے کر رکھی ہے اور اس نے جس بُری بدعت (یعنی ایسی بات جو شریعت کے خلاف ہو) کو ایجاد کیا ہے اور پھر کعبۃ اللہ کو بھی اپنے اس عمل پر گواہ بنالیا ہے قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں کس منہ سے حاضر ہو گی! نیز اب اگر مزید کسی بے باک جوڑے نے ان کی دیکھا دیکھی ایسا کیا اور انہوں نے حرمِ کعبہ کی حُرمت کا بھی خیال نہ رکھا تو یقیناً وہ تو گناہ گار ہوں گے ہی، ان کے گناہ کا بوجھ اس جوڑے کے نامۂ اعمال میں بھی یقیناً لکھا جائے گا کیونکہ نکاح سے پہلے یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے نامحرم تھے، مگر ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھامنا اور پھر حرمِ کعبہ کو بھی اپنے اس گناہ پر گواہ بنالینا ان کا ایک ایسا عمل تھا جس کی شریعت نے انہیں بالکل بھی اجازت نہیں دی تھی۔ ترمذی شریف کی ایک حدیثِ پاک میں ہے: ہر وہ گمراہ کرنے والی نئی بات (بدعت) جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہ ہو تو اُس گمراہی والی بدعت کو جاری کرنے والے پر اُس بدعت پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہے، اُسے گناہ مل جانا لوگوں کے گناہوں میں کمی نہیں کرے گا۔[6]

سوشل میڈیا پر آئے دن ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ آج کل نوجوان لڑکے لڑکیاں پرپوز کرنے اور منگنی کی انگوٹھی پہننے پہنانے کے لئے نئے نئے حیران کن طریقے اپنا رہے ہیں اور بسا اوقات ایسا کرتے ہوئے ان میں سے کسی ایک کی یا دونوں کی جان بھی چلی جاتی ہے۔ یاد رکھئے! اسلام کے سائے میں ہی سلامتی ہے، ہمارے دین نے جو طریقہ سکھایا ہے اس پر عمل کرنے میں ہی عافیت ہے۔ البتہ! کسی کو شادی کا پیغام دینے، اس کے قبول کرنے اور منگنی کی انگوٹھی پہننے پہنانے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ ان کاموں میں شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے۔

انگوٹھیاں پہنانے کی وجہ: ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنانے کی اس رسم کو بعض مقامات پر ڈبلہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ ان انگوٹھیوں سے لڑکی لڑکے کے درمیان محبت بڑھتی اور ان کے تعلقات پر اثر انداز ہوتی ہے، حالانکہ یہ درست نہیں، یہ لوگوں کی اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ نیز منگنی کی انگوٹھی صرف بائیں یا دائیں ہاتھ کی چوتھی یعنی چھوٹی انگلی کے ساتھ والی انگلی میں ہی پہنائی جاتی ہے اور یہ رسم کافی پرانی ہے، اُس وقت کے لوگوں کا ماننا تھا کہ دل جذبات کا مرکز ہے اور اس انگلی میں ایک ایسی نَس ہے جو سیدھی دل میں جاتی ہے۔ حالانکہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، پھر بھی آج تک لوگ صرف اسی روایت پر عمل کرتے ہوئے منگنی کی انگوٹھی اسی انگلی میں پہنتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انگلش میں اس انگلی کو رنگ فنگر (Ring Finger) کہا جاتا ہے۔ (جاری ہے)

---

(1) اسلامی زندگی، ص 39 (2) غیبت کی تباہ کاریاں، ص 461 (3) فتاویٰ رضویہ، 11/623 (4) معجم کبیر، 20/212، حدیث: 487 (5) وقار الفتاویٰ، 3/134 (6) ترمذی، 4/309، حدیث: 2686

حُسنِ اخلاق

بنتِ منصور
نیول کالونی کراچی

حُسنِ اخلاق ایک ایسا بیج ہے جو انسانی کردار کی زمین میں بو دیا جائے تو اس میں رنگارنگ مہکتے ہوئے پھول مثلاً رواداری، نرمی، بُردباری، تحمُّل مزاجی، ہمدردی، حُسنِ معاشرت، بھلائی، صلہ رحمی، احسان، دوسروں کی مدد کرنا وغیرہ اُگ آئیں گے اور ان کی مہک سے دوسروں کو فائدہ و سکون حاصل ہو گا۔

بلاشبہ حُسنِ اخلاق کامل مومن کی صفت ہے اور یہ نعمت صرف سعادت مندوں کا حصہ ہے جبکہ بد اخلاقی میں کراہیت ہی کراہیت ہے۔ اچھے اخلاق سے مراد ہے خَلق و خالق کے حقوق ادا کرنا، نرم و گرم حالات میں شاکر و صابر رہنا۔[1]

اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں حُسنِ اخلاق کو اپنانے کا حکم دیتے ہوئے یوں فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ(۱۹۹) (پ9، الاعراف:199) ترجمہ کنز العرفان: اے حبیب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تین باتوں کی ہدایت فرمائی گئی ہے: (1) جو مجرم معذرت طلب کرتا ہوا آپ کے پاس آئے تو اس پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے اسے معاف کر دیجئے۔ (2) اچھے اور مفید کام کرنے کا لوگوں کو حکم دیجئے۔ (3) جاہل اور نا سمجھ لوگ آپ کو بُرا بھلا کہیں تو ان سے الجھئے نہیں بلکہ حلم کا مظاہرہ فرمائیے۔[2] چنانچہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پاکیزہ زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ حُسنِ اخلاق کے اس بلند مقام پر فائز تھے کہ اس کا ذکر اللہ پاک نے ان الفاظ میں فرمایا ہے: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ(۴) (پ29، القلم:4) ترجمہ کنز العرفان: اور بیشک تم یقیناً عظیم اخلاق پر ہو۔ آپ خود فرماتے ہیں: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ[3] یعنی مجھے حُسنِ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم لوگوں کو بھی ہمیشہ اچھے اخلاق اپنانے کا حکم ارشاد فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے پہلے اپنے بھائی (اُنیس) کو مکہ بھیجا تا کہ وہ حضور کے نبی ہونے کے متعلق ساری صورت حال معلوم کر کے آئیں، تو واپسی پر ان کے بھائی نے آپ کو بتایا: رَاَیْتُهٗ یَاْمُرُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ[4] یعنی میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو اخلاقی خوبیوں کی تعلیم دیتے ہیں۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی نے جو یہ بات کہی تھی، اس کی تصدیق دیگر کئی روایات سے بھی ہوتی ہے، مثلاً ایک مرتبہ ایک شخص نے پہلے سامنے سے، پھر دائیں

طرف سے، پھر بائیں طرف سے اور پھر پشت کی طرف سے آکر پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہر بار اسے یہی فرمایا کہ سب سے افضل عمل حُسنِ اخلاق ہے۔[5]

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے کئی فرامین میں حُسنِ اخلاق کی اہمیت و عظمت کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ پانچ فرامینِ مصطفےٰ ملاحظہ کیجئے: ❶ لوگوں کا رب اچھے اخلاق والے کے ساتھ ہے۔[6] ❷ میرے نزدیک تم میں سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہیں۔[7] ❸ کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جس پر اللہ پاک نے دوزخ کی آگ کو حرام فرمادیا؟ (وہ شخص ہے جو) نرم مزاج، رحم دل، آسانی پیدا کرنے والا، لوگوں میں گھل مل جانے والا (ہو)۔[8] ❹ میزانِ عمل میں حُسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں۔[9] ❺ اچھے اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتے ہیں جس طرح سورج کی گرمی برف کو پگھلا دیتی ہے۔[10]

حُسنِ اخلاق کے فائدے: حُسنِ اخلاق کے فائدے بہت زیادہ ہیں، مثلاً اخلاق اچھے ہوں تو گھر اور معاشرے میں ملنے جلنے والوں کے آپس کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں، امن و امان قائم رہتا ہے، اچھے اخلاق والوں سے ہر کوئی محبت کرتا ہے اور راضی رہتا ہے۔ اگر کبھی کسی مشکل کا شکار ہو جائیں تو ہر کوئی ان کی مدد کرنے پر بھی فوری تیار ہو جاتا ہے۔

یاد رکھئے! ایک حدیثِ پاک میں اچھے اور بُرے اخلاق والی عورت کے متعلق یوں فرمایا گیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد کسی بھی شخص کے لئے جو چیز سب سے زیادہ خیر و برکت کا باعث ہو سکتی ہے وہ ایک اچھے اخلاق والی عورت ہے اور کفر کے بعد اگر کسی کے لئے کوئی چیز سب سے بُری ہو سکتی ہے تو وہ ایک ایسی عورت ہے جو بد اخلاق اور بد زبان ہو۔[11]

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں حُسنِ اخلاق کی صفت کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مگر افسوس! آج ہمارا معاملہ اس کے الٹ ہے اور حالت یہ ہو چکی ہے کہ اگر کوئی ہماری بات نہ مانے تو آگ بگولا ہو جاتی ہیں، ماتحت مزاج کے خلاف کام کر دے تو اس پر غصہ کرتی اور لال پیلی ہو جاتی ہیں، اگر شوہر نے ہماری مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ لے لیا یا بتائے بغیر کوئی کام کر دیا تو لڑائی جھگڑے پر اتر آتی ہیں، بچوں پر بلا وجہ غصہ نکالتی ہیں، شوہر زیادہ خرچ نہ دے سکتا ہو تو ناشکری کرتے ہوئے غیبت اور چغلی سے بھی باز نہیں آتیں، کسی سے مدد مانگی اور وہ نہ کر پائے تو اسے دشمن سمجھنے لگتی ہیں اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ الغرض حُسنِ اخلاق کے معاملے میں انتہائی بُری حالت ہے۔

حُسنِ اخلاق اختیار کرنے کے طریقے: حُسنِ اخلاق کو اپنانے کے کئی طریقے ہیں: مثلاً ☆ حُسنِ اخلاق اپنانے والی کو بد اخلاقی کے اسباب پر غور کرنا چاہیے تاکہ ان سے چھٹکارے کی کوئی راہ نکالی جا سکے ☆ حُسنِ اخلاق کے فوائد و فضائل اور اس کے نقصانات پر نظر کرنے سے بھی حُسنِ اخلاق کو اپنانے میں آسانی ہو گی ☆ ربِّ کریم سے دعا کے ذریعے سے مدد مانگی جائے ☆ اچھے اَخلاق اپنانے اور ان پر اِستقامت پانے کیلیے حُسنِ اخلاق کے فضائل اور بد اخلاقی کے نقصانات پر مشتمل کُتُب مثلاً امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اِحیاءُ العلوم" کی دوسری جلد اور امام طبرانی کی کتاب "مکارم الاخلاق" ترجمہ بنام "حُسنِ اخلاق" کا مُطالعہ کیجیے۔ ☆ اِسی طرح بد اخلاقی سے خود کو بچانے، اچھے اَخلاق اپنانے اور ان پر اِستقامت پانے کا ایک بہترین ذَریعہ نیک بندوں کے اَخلاق و عادات پر مشتمل واقعات کا مُطالعہ کرنا بھی ہے۔ اس کے لیے خلیفۂ اعلیٰ حضرت، فقیہِ اعظم حضرتِ علّامہ ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اَخلَاقُ الصّالِحِین" کا مُطالعہ کیجیے۔ اس کتاب میں بزرگانِ دِین کے اَخلاق، اِرشادات اور تصوُّف کے بہت پیارے پیارے مدنی پھول موجود ہیں۔

بہر حال ہمیں چاہیے کہ اپنے ماتحتوں پر شفقت کریں۔ دوسروں کی طرف سے اگر تکلیف پہنچ جائے تو معاف کر دیں اور صبر کر کے ثواب کمائیں۔ شوہر کی فرمانبرداری کر کے اجرِ عظیم حاصل کریں۔ دوسری خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں بھی سعادت مندوں میں سے بنا دے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

❶ مراٰۃ المناجیح، 6/482 ❷ تفسیر صراط الجنان، 3/503 ❸ مؤطا امام مالک، 2/404، حدیث: 1723 ❹ بخاری، 2/576، حدیث: 3861 ماخوذاً ❺ تعظیم قدر الصلاۃ، ص864، حدیث: 878 ❻ ترمذی، 3/397، حدیث: 1994 ❼ ترمذی، 3/409، حدیث: 2025 ❽ شعب الایمان، 6/272، حدیث: 8126 ❾ ابوداود، 4/332، حدیث: 4799 ❿ شعب الایمان، 6/247، حدیث: 8036 ⓫ شعب الایمان، 6/249، حدیث: 8040

اخلاقیات

بداخلاقی

اُمِّ انس عطاریہ
نگرانِ شعبہ مکتبۃ المدینہ و تقسیم رسائل
(پاک سطح و بین الاقوامی امور)

بد اخلاقی ایک ایسا بُرا وصف ہے جس سے شریعتِ اسلامیہ نے بچنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ پاک نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو بد اخلاقی کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (پ6، اٰل عمرٰن:159) ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر آپ تُرش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔ یعنی اے حبیب! اگر آپ سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ سے دور ہو جاتے۔[1]

معلوم ہوا! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اپنے رب کے فرمان کے مطابق ہر طرح کے اچھے اخلاق کے مالک تھے اور بُرے اخلاق سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا، چنانچہ حضور نے اپنے کئی فرامین میں بد اخلاقی یعنی بُرے اخلاق سے بچنے کی ترغیب دلاتے ہوئے ان کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ مثلاً یہ احادیث دیکھیے: ☆ بد اخلاقی ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں ہوگی۔[2] ☆ بے شک بندہ اپنے بُرے اخلاق کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں پہنچ جاتا ہے۔[3] ☆ بد اخلاقی عمل کو اس طرح خراب کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔[4]

یاد رہے! بد اخلاقی یہ ہی نہیں کہ کسی سے سیدھے منہ بات نہ کی یا کسی سے بد کلامی کر لی جائے، بلکہ اس کی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں۔ چنانچہ چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

بد اخلاقی کی مثالیں: شریعت پر عمل نہ کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اپنے گھر کا کچرا پڑوسی کے گھر کے آگے ڈال دینا، پڑوسی کو عام استعمال کی چیزیں مانگنے پر نہ دینا، کسی کے عیب دوسروں کے سامنے کھول دینا، کسی کی غیبت کرنا، بچوں کو بے جا ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بڑوں کا ادب نہ کرنا، لڑائی جھگڑا کرنا، بدلہ لینا، رحم نہ کرنا، کنجوسی کرنا، بڑھا چڑھا کر باتیں کرنا، تکبر کرنا، جھوٹ بولنا، بد کلامی کرنا، گناہ کرنا، کسی کے بُرے سلوک کو یاد رکھنا اور موقع ملنے پر طعنے دینا، معاف نہ کرنا، منہ ٹیڑھا کر کے گفتگو کرنا، اچھی بات بھی سخت لہجے میں کرنا وغیرہ۔

غرض یوں ہی غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ بد اخلاقی کے بے شمار پہلو ہیں اور ان کا فائدہ کچھ بھی نہیں بلکہ نقصان ہی ہے۔ کسی کا قول ہے: دن بھر روزہ رکھنا اور رات بھر کھڑا رہنا تو آسان ہے لیکن اپنے اخلاق درست کرنا بہت مشکل۔ لیکن یاد رہے! یہ ناممکن نہیں اگر ہم کوشش کریں تو ضرور اپنے اخلاق درست کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔

بد اخلاقی سے بچنے کے طریقے: بد اخلاقی سے بچنے کے کئی طریقے ہیں: صدقِ دل سے توبہ و دعا کریں، نیک صحبت اختیار

کریں، بزرگانِ دین کی سیرت کا مطالعہ کریں اور بد اخلاقی کے درج ذیل نقصانات پر غور کریں:

بد اخلاقی کے نقصانات: (1) بد اخلاق انسان لوگوں کے دل میں نہیں اترتا بلکہ دل سے اتر جاتا ہے۔ (2) لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں اس سے رشتہ داری قائم کرنے سے گھبراتے ہیں۔ (3) بد اخلاق چاہے کتنا ہی عمدہ لباس پہن لے اور کتنی بھی اچھی خوشبو لگا لے معاشرے میں پھر بھی اس کی عزت نہیں ہوتی۔ (4) بد اخلاق انسان عموماً رشتہ داری توڑنے کے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ (5) بد اخلاق شخص بہت سارے لوگوں میں ہوتے ہوئے بھی خود کو اکیلا محسوس کرتا ہے، اس کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ میرا کوئی نہیں میرے ساتھ سب بُرا کرتے ہیں حالانکہ اصل وجہ اس کی بد اخلاقی ہوتی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس انسان کا اخلاق بُرا ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔[5] (6) بد اخلاقی ایمان کے لیے نقصان دہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک انسان عبادت گزار نہ ہونے کے باوجود صرف اپنے اچھے اَخلاق کے سبب جنت کے اعلیٰ درجات پالیتا اور ایک عبادت گزار شخص اپنے بُرے اَخلاق کے سبب جہنم کے سب سے نچلے طبقے تک پہنچ جاتا ہے۔[6] ایک حدیث میں ہے: بد اخلاقی ایمان کو اس طرح خراب کر دیتی ہے، جس طرح ایلوا[7] شہد کو خراب کر دیتا ہے۔[8] (7) بد اخلاقی دوزخ میں ڈال سکتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک ایسی عورت کے متعلق بتایا گیا جو دن میں روزہ رکھتی اور رات بھر عبادت کرتی تھی مگر اس کے اخلاق اچھے نہ تھے اور اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس میں کوئی بھلائی نہیں! وہ جہنمیوں میں سے ہے۔[9] (8) ایک بزرگ فرماتے ہیں: بد اخلاقی ایک ایسی آفت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نیکیوں کی کثرت بھی فائدہ نہیں دیتی۔[10] (9) بد اخلاقی اللہ پاک اور اُس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ناراضی کا سبب ہے کیونکہ یہ انسان کا دل دکھاتی ہے اور حدیثِ پاک کا مفہوم ہے: اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی، اُس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اُس نے اللہ پاک کو تکلیف دی۔[11]

ان تمام باتوں پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اخلاق اپنانے اور بُرے اخلاق سے بچنا چاہیے۔ چنانچہ سنجیدگی سے اپنے اخلاق کا جائزہ لیجئے اور اگر اس راہ میں کچھ رکاوٹیں ہوں تو ان کو دور کیجئے۔ آپ کی آسانی کے لئے اس راہ میں آنے والی چند رکاوٹوں کے علاج پیشِ خدمت ہیں:

حُسنِ اخلاق کی راہ میں حائل رکاوٹیں: (1) خود کو دوسرے لوگوں سے افضل سمجھنا، یعنی دل میں تکبر ہونا اور یہ کسی بھی وجہ سے ہو سکتا ہے، مثلاً خوب صورتی، مال و دولت، عہدہ و منصب، اعلیٰ خاندان سے تعلق ہونا وغیرہ۔ ہمیں چاہیے کہ عاجزی اختیار کریں، ان شاء اللہ بُرے اخلاق سے جلد ہی چھٹکارا مل جائے گا۔ (2) بعض لوگ اپنے ساتھ ہونے والی بُرائی کو یاد رکھتے ہیں اور اس وجہ سے زندگی میں جب کبھی انہیں موقع ملتا ہے تو انتقام لینے کے لئے وہ انتہائی بُرا سلوک کرتے ہیں جو کہ اچھی عادت نہیں۔ ہمیں اس سے بچنا چاہیے اور معاف کرنا چاہئے کہ معاف کرنا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے۔ (3) جب انسان کی سوچ دینی نہ ہو اور وہ اسلامی تعلیمات سے دور ہو تو ایسی صورت میں عموماً اس کے اخلاق بُرے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔ (4) بد اخلاقی کے نقصانات سے واقف نہ ہونا یا جان بوجھ کر سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عادت سے جان نہ چھڑانا۔ (5) بُروں کی صحبت میں اٹھنا بیٹھنا کہ بُروں کے اخلاق بھی بُرے ہوتے ہیں، ایسے میں اگر ہم نے ان کی صحبت سے جان نہ چھڑائی تو ان کا اثر ہم پر بھی ہو سکتا ہے، اس لئے ہمیں سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے لوگوں سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔ اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

(1) تفسیر صراط الجنان، 2/80 (2) مساوی الاخلاق للخرائطی، ص20، حدیث:7 (3) معجم کبیر، 1/260، حدیث:754 (4) شعب الایمان، 6/248، حدیث:8036 (5) احیاء العلوم، 3/64 (6) الفتح الکبیر، 1/314 (7) یعنی گھیکوار (ایلوویرا) کے گودے کا جمایا ہوا رس جس کا مزا نہایت کڑوا ہوتا ہے اور دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے، اسے مصبّر بھی کہتے ہیں۔ (8) شعب الایمان، 6/248، حدیث:8036 (9) شعب الایمان، 7/78، حدیث:9545 (10) احیاء العلوم، 3/65 (11) معجم اوسط، 2/387، حدیث:3607

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے 13 ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 6 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
قرآن دعوتِ فکر دیتا ہے	2	حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ مبشر	3	محرم الحرام کی خرافات کے خاتمے میں خواتین کا کردار	1

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: صادق آباد: سنجر پور: بنتِ محمد قاسم۔ سیالکوٹ: گلبہار: بنتِ ندیم احمد۔ گجرانوالہ: نوشہرہ روڈ: بنتِ اعظم علی انجم۔ واہ کینٹ: خوشبوئے عطار: بنتِ کریم۔ بہاولپور: یزمان: بنتِ محمد صدیق۔ ہند: بنتِ اللہ بخش۔

قرآن دعوتِ فکر دیتا ہے

بنتِ اعظم علی انجم (معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز نوشہرہ روڈ، گجرانوالہ)

قرآنِ پاک وہ شان والی کتاب ہے جس پر ایمان لانا اور اس کے احکام پر عمل کرنا عزت و شہرت کا سبب ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان جب تک دامنِ قرآن مضبوطی سے تھامے رہے شہرت کی بلندیوں پر رہے اور جیسے ہی غیروں سے رشتہ جوڑا ان کی شان و شوکت ختم ہوتی چلی گئی اور اب حال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی اقتصادیات، معاشیات، مسلمانوں کی ذہنیت، سوچ اور کلچر پر بھی غالب ہو چکے ہیں۔ اسی لئے قرآن دعوتِ فکر دیتے ہوئے فرماتا ہے: لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۠ (پ17، الانبیاء:10) ترجمہ: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

اسی طرح کئی آیاتِ مبارکہ انسان کو جھنجھوڑ کر دعوتِ فکر دے رہی ہیں کہ انسان اپنے ربِّ کریم کی طرف توجہ کرے تاکہ اسے حقیقی کامیابی نصیب ہو۔

ہوائی جہاز: اللہ پاک فرماتا ہے: اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (پ14، النحل:79) ترجمہ: کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہ دیکھا جو آسمان کی فضا میں (اللہ کے) حکم کے پابند ہیں۔ انہیں (وہاں) اللہ کے سوا کوئی نہیں روکتا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

معلوم ہوا! پرندوں کے بھاری جسم کو فضا میں گرنے سے ان کے پر نہیں بچاتے بلکہ اللہ پاک کی قدرت روکے ہوئے

ہے۔ اسی طرح فی زمانہ ٹنوں من وزنی جہازوں کو مشینیں اور انجن نہیں بلکہ اللہ پاک کی قدرت گرنے سے بچاتی ہے۔

پھلوں کا جدا جدا ہونا: دنیا میں تقریباً 3 کھرب سے زیادہ درخت ہیں، جس درخت کو بھی کاٹ کر دیکھیں لکڑی ہی لکڑی ہے اور سب کو ایک جیسے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے لیکن کسی پر سیب تو کسی پر انار اور کسی پر شہتوت اُگتے ہیں۔ یہ ہے اللہ پاک کی قدرت جس کے متعلق فرمایا گیا ہے: وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ- وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِؕ- اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ(۴) (پ13، الرعد:4) ترجمہ: اور زمین کے مختلف حصے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتی اور کھجور کے درخت ہیں ایک جڑ سے اُگے ہوئے اور الگ الگ اُگے ہوئے، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر بناتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

رات اور دن کا بدلنا: رات کے بعد دن کا آنا بھی اللہ پاک کی قدرت و وحدانیت کی روشن دلیل ہے۔ اگر قیامت تک رات ہی رہے تو مخلوق کیلئے اپنی معاشی ضروریات پوری کرنا ممکن نہ رہے۔ یوں ہی اگر قیامت تک دن ہی رہے تو مخلوق کا چین و سکون سب ختم ہو جائے۔ عقلمند اس میں غور و فکر کرتے اور اللہ پاک کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں، چنانچہ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا: یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَؕ- اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ(۴۴) (پ18، النور:44) ترجمہ: اللہ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے، بیشک اس میں آنکھ والوں کیلئے سمجھنے کا مقام ہے۔

اونٹ کی پیدائش قابلِ غور ہے: ارشادِ باری ہے: اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ(۱۷) (پ30، الغاشیہ:17) ترجمہ: تو کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا بنایا گیا ہے۔

اللہ پاک نے عجائبِ دنیا میں نظر کرنے کی ہدایت فرمائی کہ انسان غور کرے کہ اللہ پاک نے کیسی کیسی عجیب و غریب چیزیں پیدا فرمائی ہیں جیسا کہ اونٹ جسے ریت کا جہاز بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کانٹے اور معمولی چیزیں کھا کر بلکہ دس پندرہ دن کھانے پانی کے بغیر بھی گزارہ کر سکتا ہے۔

اسی طرح کئی آیاتِ مبارکہ میں نصیحت کے مدنی پھول اور غور و فکر کرنے والوں کیلئے واضح ہدایات موجود ہیں۔ اللہ پاک ہمیں قرآن پڑھنے، اس میں غور و فکر کرنے اور اس کی روشن آیات سے نصیحت حاصل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم بحیثیتِ مبشر

بنتِ محمد قاسم (معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز سنجرپور، صادق آباد)

اللہ پاک نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو بے شمار خصوصیات وصفات سے نوازا ہے وہیں ایک صفت مبشر ہونا یعنی خوش خبری سنانے والا بھی عطا فرمائی۔ اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں کئی جگہ آپ کو مبشر فرمایا۔ مثلاً یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا(۴۵) (پ22، الاحزاب:45) ترجمہ: اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

مشہور مفسرِ قرآن سید مفتی محمد نعیم الدین مُراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: یعنی ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذابِ جہنم کا ڈر سناتا۔[1]

اسی آیتِ مبارکہ کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شانِ حبیبُ الرحمٰن من آیاتِ القرآن میں فرماتے ہیں: مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ میں تین صفتوں کا ذکر ہے: (1) خوشخبریاں دینا (2) ڈرانا (3) اللہ کی طرف بلانا۔ اگرچہ پہلے انبیائے کرام نے بھی یہ فرائض انجام دیئے مگر ان کی تبلیغ میں اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی تبلیغ میں تین طرح فرق ہے: (1) اولاً تو وہ حضرات سُن کر یہ کام انجام دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم دیکھ کر۔ (3،2) دوسرے وہ خاص جماعتوں کے نبی اور مبشر و نذیر تھے اور حضور تمام عالم کے بشیر و نذیر۔ مگر حضور قیامت تک کے لئے (مبشر و نذیر ہیں)۔[2]

اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو بشیر یعنی خوش خبری سنانے والا بنا کر بھیجا تاکہ پرہیزگار لوگ جب اللہ پاک کے فضل، اس کی رحمت، رضا اور جنت کی خوش خبری سنیں گے تو ان کی پرہیزگاری مزید بڑھے گی اور وہ اللہ پاک کی رضا کو طلب کرنے والے ہوں گے۔ ربِّ کریم ارشاد فرماتا ہے: اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًاۙ- وَّ لَا تُسْــٴَـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ(۱۱۹) (پ1، البقرۃ:119) ترجمہ کنزالعرفان: اے حبیب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈر کی خبریں دینے والا بنا کر بھیجا اور آپ سے جہنمیوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر صراط الجنان میں لکھا ہے: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم جنت کی خوشخبری دینے والے اور دوزخ سے ڈرانے کی خبریں

دینے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تبلیغ کے باوجود اگر کوئی جہنم کی راہ جاتا ہے تو اس کے متعلق آپ سے سوال نہ ہو گا کہ وہ آپ پر کیوں ایمان نہ لایا، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنا فرضِ تبلیغ پورے طور پر ادا فرمایا۔[3]

بشیر کہئے نذیر کہئے انہیں سراجِ منیر کہئے

جو سر بسر ہے کلامِ ربی وہ میرے آقا کی زندگی ہے

یہ مختصر سی باتیں قرآن و تفسیر کی روشنی میں عرض کی ہیں، مزید کچھ نکات مختلف مقامات سے ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہوں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دنیا و آخرت میں مبشر ہیں۔ چنانچہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ خوش خبری دی کہ مجھ پر ایک مرتبہ درودِ پاک پڑھنے والے پر اللہ پاک 10 رحمتیں نازل فرماتا ہے، 10 گناہ مٹاتا ہے اور 10 درجات بلند فرماتا ہے۔[4] کہیں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوش خبری سنا رہے ہیں،[5] کہیں یہ خوش خبری دے رہے ہیں کہ عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) جنتی ہیں،[6] کہیں فتحِ مکہ کے موقع پر کافروں کو عام معافی کی خوش خبری سے نواز رہے ہیں،[7] کہیں یہ خوش خبری دے رہے ہیں کہ میری شفاعت میری اُمت کے ان گناہ گاروں کے لئے ہے جنہیں ان کے گناہوں نے ہلاک کر دیا،[8] کہیں قیامت کے دن عام و خاص کو نجات دلانے کے لئے ربِّ کریم کی بارگاہ میں سفارش کر کے حساب کتاب جلد شروع کروانے کی خوش خبری سے نواز رہے ہیں،[9] اور کہیں قیامت کے دن میزانِ عمل پر گناہ گار اُمتیوں کے اعمال کو وزنی کرنے کی خوش خبری عطا فرما رہے ہیں۔[10] الغرض رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تمام کائنات کے لئے مبشر ہیں چاہے عالَمِ دنیا ہو یا عالَمِ آخرت۔

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں | اُن کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

❶ تفسیر خزائن العرفان، ص784 ❷ شانِ حبیب الرحمن، ص179 ❸ تفسیر صراط الجنان، 1/198 ❹ نسائی، ص222، حدیث:1294 ❺ ترمذی، 5/416، حدیث:3768 ❻ ترمذی، 5/416، حدیث:3768 ❼ سننِ کبریٰ للبیہقی، 9/200، حدیث:18275 ماخوذاً ❽ الکامل لابن عدی، 6/261، رقم:1317 ❾ بخاری، 4/577، حدیث:7510 ماخوذاً ❿ مراٰۃ المناجیح، 7/459 ملخصاً

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 41ویں تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ کل مضامین 35 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
صفاتِ ابراہیم	18	مقتدیوں کے حقوق	1	تجسس کی مذمت	16

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: اسلام آباد: آئی ٹین: بنت محمد عمر۔ بہاولپور: بنت ارشد۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت یوسف قمر۔ شفیع کا بھٹہ: بنت اصغر مغل، بنت محمد خلیل۔ نند پور: بنت عبد الستار۔ گلبہار: ام فرح، بنت سعید احمد، بنت لطیف، بنت محمد اشرف، بنت منور حسین، بنت سجاد حسین۔ حیدر آباد: بنت حبیب اللہ، فیضان عبد الرزاق: بنت جاوید۔ فیضانِ مدینہ: ام طلحہ۔ راولپنڈی: گوجر خان: بنت راجہ واجد حسین۔ صدر: بنت وسیم۔ کراچی: اصحابِ صفہ: بنت نذر۔ خدیجۃ الکبریٰ: بنت بلال۔ عالم شاہ بخاری: بنت شہزاد احمد۔ عشق عطار بلدیہ: بنت محمد علی۔ گلشن رضا محمود آباد: بنت غلام محمد۔ قطب مدینہ ملیر: بنت حفیظ احمد۔ فیضان عثمانیہ بائی وے: بنت پٹھان۔ سانواں: کوٹ ادو: بنت رب نواز، بنت مشتاق احمد۔ گجرانوالہ: نوشہرہ روڈ: بنت عاشق، بنت اعظم علی انجم۔ لاہور: تاجپورہ: بنت شاہد حمید۔ جوبلی ٹاؤن: بنت حافظ علی محمد۔ دوگج ٹاؤن: بنت اکبر۔ ملتان: نیل کوٹ: بنت عابد۔ میانوالی: بنت ظہور احمد۔ واہ کینٹ: خوشبوئے عطار: بنت سلطان۔

صفاتِ ابراہیم

بنتِ حبیبُ اللہ عطاریہ (معلمہ مدرسۃ المدینہ، حیدر آباد)

اللہ پاک نے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کی راہ نمائی کے لئے انبیائے کرام کو پیدا فرمایا جنہیں اللہ پاک نے اپنا سب سے زیادہ قرب عطا فرمایا۔ انبیائے کرام اللہ پاک کے معصوم بندے ہیں اور اُن میں بعض کی فضیلت بعض سے زیادہ ہے، جن میں سے کچھ اولو العزم ہیں جو تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں اور ان اولو العزم میں سب سے پہلے اللہ پاک

کے حبیب، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ تمام انبیائے کرام میں سب سے بڑا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشہور نام ابراہیم ہے جو اَبٌ رَحِیْمٌ سے بنا ہے جس کے معنی مہربان باپ ہے۔

اللہ پاک نے انہیں اپنا خلیل بنایا ہے۔ آپ کے بعد تمام انبیائے کرام علیہم السلام آپ کی اولاد سے ہی ہوئے ہیں۔ آپ بہت بڑے مہمان نواز بھی تھے۔ آپ اللہ پاک کے فضل سے اللہ پاک کی سخت آزمائشوں پر پورا اُترنے والے تھے۔ اللہ پاک نے آپ کو اور بھی بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا جو قرآنِ پاک میں مختلف مقامات پر ذکر ہوئی ہیں۔ جن میں سے چند کے بارے میں پڑھیے اور خوب برکتیں حاصل کیجئے:

(1، 2) برداشت والے، آہ وزاری کرنے والے: اللہ پاک نے آپ کو بہت صبر و تحمل عطا کیا اور آپ اللہ پاک کی بارگاہ میں بہت آہیں بھرنے والے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾ (پ11، التوبۃ:114) ترجمہ: بیشک ابراہیم بہت آہ و زاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا۔ (3) کامل ایمان والے: آپ بہت ہی پکے اور کامل ایمان والے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ (پ23، الصّٰفّٰت:111) ترجمہ: بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ (4) اللہ پاک کا ہر حکم ماننے والے: آپ اللہ پاک کے ہر حکم کو پورا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ (پ27، النجم:37) ترجمہ: اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا۔ (5) سچے نبی: بے شک آپ اللہ پاک کے سچے نبی ہیں۔ ارشادِ باری ہے: اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾ (پ16، مریم:41) ترجمہ: بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔ (6) اللہ پاک کے گہرے دوست: اللہ پاک نے آپ کو اپنا گہرا دوست بنایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾ (پ5، النسآء:125) ترجمہ: اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔ (7) چھوٹی عمر میں ہی سمجھ دار: اللہ پاک نے آپ کو کم عمری میں ہی بہت عظیم الشان عقل عطا فرما دی تھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَ لَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ (پ17، الانبیا:51) ترجمہ: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی اس کی سمجھداری دیدی تھی اور ہم اسے جانتے تھے۔

(8) لوگوں کا پیشوا: اللہ پاک نے آپ کو دین میں لوگوں کا پیشوا بنایا اور ارشاد فرمایا: قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ (پ1، البقرۃ:124) ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔

اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طرح کی بہت سی پاکیزہ خوبیوں سے نوازا اور ہمیں ان خوبیوں کو اپنانے کا حکم فرمایا ہے تاکہ ہم ان کی سیرتِ مبارکہ اور ان کی خوبیوں کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکیں۔ اللہ پاک ہمیں ان کی سیرت کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

تجسس کی مذمت

بنتِ حافظ علی محمد مدنیہ (معلمہ علمِ توقیت کورس، جوبلی ٹاؤن لاہور)

دینِ اسلام میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کا انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے۔ چونکہ ہر انسان فطری طور پر پسند کرتا ہے کہ معاشرے میں اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اس سے عزت و محبت والا سلوک کیا جائے، اس لئے اسلام نے ہر انسان کو عزت دی ہے، اگر وہ مسلمان بھی ہو تو اس کی عزت مزید بڑھ جاتی ہے۔ نیز اسلام نے انسان کو ہر اس چیز سے روکا ہے جس سے کسی دوسرے انسان کی عزت خراب ہو۔ عزت خراب کرنے والی چیزوں میں سے ایک تجسس یعنی عیب تلاش کرنا اور انہیں ظاہر کرنا بھی ہے۔ تجسس سے معاشرے میں انسان کی عزت ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کے متعلق معلومات ہونی چاہئیں تاکہ ہم اس سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کا ذہن دیں۔

لوگوں کی چھپی ہوئی باتیں معلوم کرنا تجسس کہلاتا ہے۔[1]

قرآنِ پاک میں تجسس سے رکنے کا حکم یوں دیا گیا ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا (پ26، الحجرات:12) ترجمہ: اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو۔ جبکہ احادیثِ مبارکہ میں بھی تجسس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ اس بارے میں دو حدیثیں پڑھئے:

(1) اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے وہ لوگو جو زبان سے تو ایمان لے آئے ہو مگر تمہارے دل میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور نہ ہی ان کے عیبوں کو تلاش کرو! کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرے گا اللہ پاک اُس کا عیب ظاہر فرما دے گا اور اللہ پاک جس کا عیب ظاہر فرما دے تو اُسے ذلیل کر دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔[2] (2) غیبت کرنے والوں، چغل خوروں اور پاک باز لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ پاک (قیامت کے دن) کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔[4]

آیئے! تجسس کی وجوہات اور ان کو ختم کرنے کے ذرائع کے بارے میں پڑھتی ہیں:

(1) تجسس کی پہلی وجہ نفرت و ذاتی دشمنی ہے۔ جب دل میں کسی کی نفرت و دشمنی آجائے تو اس کا سیدھا کام بھی اُلٹا دکھائی دیتا ہے، یوں نظریں اس کے عیب تلاش کرنے میں لگی رہتی ہیں۔ اس وجہ کو ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کو نفرت و دشمنی سے پاک کرے اور اپنے دل میں مسلمانوں کی محبت پیدا کرے۔ (2) تجسس کی دوسری وجہ حسد ہے کہ جس سے حسد ہو جائے حسد کرنے والے کا دل کبھی بھی اس کی عزت کی تمنا نہیں کرتا اور وہ اس کے عیب تلاش کر کے اسے بدنام کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ چنانچہ اس سے بچنے کیلئے بندہ حسد کی مذمت اور اس کی وعیدوں کا علم حاصل کرے۔

(3) تجسس کی تیسری وجہ چغل خوری کی عادت ہے کہ چغل خور یعنی لگائی بجھائی کرنے والے کو کسی نہ کسی کی بُرائی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے وہ ہر وقت کسی نہ کسی مسلمان کے عیبوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ چنانچہ بندہ چغلی کی مذمت وغیرہ میں غور و فکر کرے اور اس سے بچنے کی کوشش کرے۔

(4) تجسس کی ایک وجہ چاپلوسی یعنی اپنا مطلب نکالنے کے لئے تعریف کرنا بھی ہے کہ بعض لوگ اپنے افسران کا اعتماد حاصل کرنے اور اپنے کام بنانے کے لئے اپنے ساتھیوں کے عیبوں کو بلا اجازتِ شرعی افسران وغیرہ کو بتاتے ہیں اور اس بنیاد پر ترقی کرتے ہیں، لہٰذا وہ تجسس میں لگے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنی خدا داد صلاحیتوں کے ذریعے ترقی حاصل کرے اور چاپلوسی جیسی بُری عادت سے خود کو بچائے۔

(5) نفاق بھی تجسس کا ایک سبب ہے۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مومن ہمیشہ اپنے دوست کی خوبیوں کو سامنے رکھتا ہے تاکہ اس کے دل میں عزت، محبت اور احترام پیدا ہو جبکہ منافق ہمیشہ بُرائیوں اور عیبوں کو دیکھتا ہے۔[5] چنانچہ اس کو ختم کرنے کے لئے بندہ نفاق کے دنیوی و اُخروی نقصانات پر غور کر کے اپنی ذات سے نفاق کو دور کرے۔

(6) تجسس کی ایک اور وجہ شہرت اور مال و دولت کی چاہت بھی ہے کہ دوسروں کے عیب تلاش کر کے انہیں ظاہر کرنے سے شہرت اور مال و دولت حاصل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ تجسس کی آفت میں مبتلا انسان شہرت اور مال و دولت کی آفات پر غور کرے اور ان کی تمنا کرنے سے بچے۔ نیز سوچے کہ ان چیزوں کی خاطر دوسروں کے عیب ظاہر کرنے سے ان مسلمانوں کا دل دُکھے گا جو گناہ ہے اور اس پر عذاب کی بھی وعیدیں ہیں، اس طرح تجسس سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(7) منفی سوچ بھی تجسس کی ایک وجہ ہے کہ منفی سوچنے والا ہمیشہ دوسروں کے عیب ہی تلاش کرتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس میں صرف عیب ہی ہیں۔ چنانچہ بندہ اپنی سوچ کو مثبت کرے اور دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھے۔

اللہ پاک ہمیں دوسروں کے عیبوں کو چھپانے، ان کا دل دکھانے سے بچنے کی توفیق دے اور ہمارا معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔ اٰمین بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1 احیاء العلوم، 2/222 2 ترمذی، 3/416، حدیث: 2039 3 التوبیخ والتنبیہ، ص237، حدیث: 216 4 احیاء العلوم، 2/220

آٹزم (Autism)

ڈاکٹر زیرک عطاری*
*ماہر نفسیات، U.K

محترم قارئین! آج کے اس مضمون میں آپ ایک منفرد موضوع کے بارے میں جانیں گے۔ اور وہ موضوع ہے آٹزم۔ آٹزم کا تعلق بچّوں اور بڑوں دونوں سے ہے لیکن ہماری گفتگو کا موضوع صرف بچّے ہوں گے۔

آپ کو یہ جان کر شاید حیرانی ہو کہ آٹزم کوئی بیماری نہیں ہے، یہ کچھ علامات کا مجموعہ ہے جو کہ زندگی کے پہلے سال سے ہی متاثر بچّے میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ بچّہ اپنی پوری زندگی ان ہی علامات کے ساتھ گزارتا ہے۔ آٹزم سے متاثر بچّے کا دماغ عام انسانوں کی نسبت مختلف انداز سے کام کرتا ہے۔

فی الوقت آٹزم کا کوئی علاج نہیں ہے لیکن اگر بچپن میں آٹزم کی نشان دہی ہو جائے تو متاثر بچّے کو مخصوص قسم کی مدد کے تحت اس قابل بنایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کافی حد تک نارمل شخص کی طرح گزار سکے۔ اور یہی وجہ ہے اس مضمون کو تحریر کرنے کی تاکہ اگر آپ کے خاندان یا دوست احباب میں کوئی ایسا بچّہ ہو جس میں آٹزم کی علامات موجود ہوں تو کسی ماہر معالج سے چیک اپ کروا کر ان کی بروقت مدد کی جائے۔

میڈیکل سائنس یہ نہیں جانتی کہ آٹزم کی وجہ کیا ہے، یا یہ کس چیز کی وجہ بنتا ہے؟

یہ ایک ہی خاندان کے لوگوں کو متاثر کر سکتا ہے لہٰذا بعض اوقات یہ بچّے میں اپنے والدین سے منتقل ہو جاتا ہے۔ آٹزم قوس و قزح کی طرح ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آٹزم میں مبتلا ہر شخص مختلف ہوتا ہے۔

آٹزم میں مبتلا افراد 2 طرح کے ہوتے ہیں

1. کچھ لوگوں کو معمولی مدد کی ضرورت پڑتی ہے یا کسی بھی مدد کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔
2. دوسرے وہ لوگ جن کو ہر روز کسی نہ کسی کی مدد کی

ضرورت ہوتی ہے اور اس مدد کے بغیر وہ خود مختار زندگی نہیں گزار سکتے۔

اب آتے ہیں ان علامات کی طرف جن کا کسی بچّے میں پایا جانا آٹزم کی نشاندہی کرتا ہے، آسانی کی خاطر ان علامات کو 6 مخصوص حصوں میں بیان کیا جائے گا۔

1 دیگر لوگوں سے باہمی تعلق میں دشواریاں

مثلاً ◉ عام بول چال کو سمجھنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے ◉ دوسرے لوگوں کے جذبات نہیں سمجھ پاتے ◉ بات چیت کے دوران نظریں نہیں ملاتے ◉ عام فہم اشارے ان کی سمجھ میں نہیں آتے ◉ محاورات کو لفظی معنوں میں لیتے ہیں ◉ آداب کا بالکل اِدراک نہیں ہوتا ◉ اپنی باری کا انتظار نہیں کرتے ◉ جیسے ہی کچھ بولنا ہو فوراً بول دیں گے ◉ کون سی بات کہاں کہنی ہے اور کون سا کام کب کرنا ہے اس کا بھی ادراک نہیں ہوتا جس کی وجہ سے والدین کو اکثر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ◉ دوست بنانا ان کے لئے ایک طرح سے ناممکن ہوتا ہے۔

2 بار بار دہرائے جانے والے افعال

مثلاً ◉ زندگی ایک طرح سے ان کے لئے غیر متعین ہوتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے وہ ہر کام ایک مخصوص روٹین میں کرتے ہیں، روٹین میں تبدیلی ان کے لئے سخت کوفت کا باعث بنتی ہے ◉ مخصوص چیزوں کا مخصوص انداز میں ہی استعمال کرنا ہے ◉ مخصوص راستوں سے ہی گزر کر جانا ہے ◉ ایک ہی طرح کا کھانا کھانا ◉ ایک ہی طرح کے کپڑے یا جوتے پہننا ◉ مخصوص قسم کے کارٹون یا پروگرامز بار بار دیکھنا ◉ ایک ہی طرح کے گیمز کھیلنا وغیرہا ◉ ایک آدھ قسم کے کھلونوں سے ہی کھیلنا ◉ کھلونوں کو ترتیب وار رکھنا ◉ ہاتھوں کو بار بار جھٹکنا یا جسم کو ایک ہی انداز میں ہلاتے رہنا۔

3 حواسِ خمسہ (Five senses) کے حوالے سے پیچیدگیاں

مثلاً ◉ روشنی، رنگ، ذائقہ، بو، درجۂ حرارت، ٹچ یا پھر درد کے حوالے سے ری ایکشن عجیب ہوتا ہے ◉ عموماً رنگ برنگے کمرے یا زیادہ روشنی ان کو پریشان کرسکتی ہے ◉ یوں ہی جب شور زیادہ ہو تو ایسا بچّہ پریشان یا بے چین ہوجائے گا ◉ عموماً آٹزم کا شکار بچے اپنے گھر کے آرام دہ ماحول میں ہی رہنا پسند کرتے ہیں۔

4 کسی ایک کام میں کھو جانا

◉ آٹزم کا شکار بچّے عموماً کسی ایک شعبے میں اپنا خاص شوق رکھتے ہیں ◉ کچھ بچّے اس ضمن میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو بیدار کرلیتے ہیں اور کسی خاص مہارت میں ایک نام پیدا کرجاتے ہیں، دنیا کے کئی ایسے مشہور لوگ ہیں جو آٹزم کا شکار ہیں۔

5 حد سے زیادہ بے چینی

◉ عموماً آٹزم کے شکار بچے بے چینی (Anxiety) کا شکار رہتے ہیں ◉ عموماً یہ بے چینی اس وقت ہوتی ہے جب ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوجائے یا ◉ کسی نئی جگہ جانا ہو یا ◉ روٹین سے ہٹ کر کوئی کام کرنا پڑجائے یا پھر ◉ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آرہی ہو۔

6 اُودھم مچانا

◉ جب ان کو ذہنی کوفت کا سامنا ہو یا بے چینی بڑھ جائے تو یہ بچّے شوروغل کرنا شروع کردیتے ہیں ◉ الفاظ میں جارحیت یا پھر مار دھاڑ کا سہارا لینا ◉ اپنے ہی جسم کو نقصان پہنچانا۔

اگر آپ کی فیملی یا جاننے والوں میں ایسا کوئی بچہ ہے جس میں مندرجہ بالا علامات پائی جاتی ہیں تو آپ ان کی پہلے تشخیص کروائیں۔ اس کے لئے یا تو کسی چائلڈ اسپیشلسٹ یا پھر کسی ماہر نفسیات سے رجوع کریں۔ آٹزم کی کوئی دوائی نہیں لیکن بے چینی کا علاج دوا کے ذریعے ممکن ہوسکتا ہے۔

آٹزم کے علاج میں بنیادی طور پر بچّے کو اس کی سمجھ کے مطابق نئی چیزیں سکھائی جائیں، اس کے لئے والدین کا طبی ماہرین سے تربیت لے کر اپنے بچوں کی تربیت کرنا ایک لازمی جُز ہے۔ اسکول میں آنے والے مسائل کو سنبھالنا پڑتا ہے، آٹزم کے شکار اکثر بچے اپنی زندگی ایک اچھے انداز سے گزار سکتے ہیں۔

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے مئی 2023 کے دینی کاموں کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

دینی کام		اوورسیز کارکردگی	پاکستان کارکردگی	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے منسلک ہونے والی اسلامی بہنیں		289999	966476	1256475
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		29944	88490	118434
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4243	6541	10784
	پڑھنے والیاں	30313	77094	107407
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	4238	10150	14388
	شرکائے اجتماع	119268	329505	448773
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		30717	112085	142802
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		9504	28659	38163
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		127861	1248089	1375950
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		35296	79351	114647

1 صفاتِ داود قرآن کریم کی روشنی میں مع وضاحت
2 دوستوں کے 5 حقوق
3 عیب جوئی کی مذمت احادیث کی روشنی میں مع وضاحت

معلمات، ناظمات اور ذمہ دار اسلامی بہنوں کا تحریری مقابلہ (برائے اکتوبر 2023)

1 قرآن کا اندازِ تفہیم
2 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و ریاضت
3 مزارات پر ہونے والی خرافات کے خاتمے میں خواتین کا کردار

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 جولائی 2023ء

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں: صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

شعبہ مدرسۃ المدینہ (گرلز)

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے تحت "مدرسۃ المدینہ (گرلز)" میں بچیوں کو حفظ و ناظرہ کی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ تعلیمِ قرآن کے فیض کو عام کرنے میں مدرسۃ المدینہ (گرلز) کی بے مثال خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔

اس شعبے کی شروعات 1992 میں ہوئی۔ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے فیضان سے اب تک پاکستان، یوکے، موزمبیق، بنگلہ دیش، آسٹریلیا، ہند، یو ایس اے، کینیا، ہانگ کانگ، انڈونیشیا، عرب شریف اور اسپین میں 1450 مدارس المدینہ (گرلز) قائم ہو چکے ہیں۔ جن میں 66 ہزار سے زائد وطالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور اسٹاف کی تعداد تقریباً 2900 ہے۔

اس شعبے کی خصوصیات

عاشقانِ رسول کی بچیوں کو درست مخارج کے ساتھ قرآن پڑھانا، مدارس المدینہ (گرلز) میں مفت تعلیم، غیر مہذب اور غیر شرعی امور سے پاک ماحول فراہم کرنا، سال میں تین بار امتحان کا سلسلہ و رزلٹ جاری کرنا، قرآنِ کریم ناظرہ و حفظ مکمل کرنے پر فائنل امتحان لینا، سال میں ایک بار اجتماعِ تقسیمِ اسناد کرنا، اسٹاف میں حُسنِ کارکردگی نامہ تقسیم کرنا، مدارس المدینہ (گرلز / فل ٹائم) میں اسکولنگ سسٹم ایجوکیشن کی شروعات، مدرسۃ المدینہ (گرلز) کے تحت مختلف کورسز، ٹیچرز کے لیے ٹیچر ٹریننگ کورس، فنانس ڈیپارٹمنٹ، ہفتہ وار اجتماع کرنا، بچیوں کو اسلام کی بنیادی تعلیم سکھانا، اسٹاف کی تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً اراکینِ شوریٰ کے اجتماعات کروانا، نیک اعمال کے رسالے کے مطابق اخلاقی تربیت، اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ اول) مدنی قاعدہ (حصہ دوم) ناظرہ اور (حصہ سوم) حفظ کے نصاب میں شامل ہے۔

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144

Email: mahnamakhawateen@dawateislami.net / ilmia@dawateislami.net

Web: www.dawateislami.net WhatsApp: 0348-6422931